بفیض: تاجدارِ اہلِ سنّت حضور مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ عنہ

سُنو چُپ رہو

حضور تاج الشّریعہ

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی

قاضی القضاۃ فی الہند (بریلی شریف)

ناشر: جماعت

اورنگ آباد

تقسیم کار

تاج الشریعہ کتاب گھر

اورنگ آباد، مہاراشٹر

Scanned by CamScanner

بفیض:
تاجدارِ اہلِ سنت حضور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ عنہ

سنو چپ رہو

حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری مد ظلہ النورانی
قاضی القضاۃ فی الہند (بریلی شریف)

جماعت رضائے مصطفیٰ
اورنگ آباد، مہاراشٹر

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

سلسلۂ اشاعت نمبر 20

نام کتاب	:	سنو، چپ رہو
ازافادات	:	حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہٗ
مرتب	:	مولانا محمد عبد الرشید نوری
طباعت اوّل	:	صفر المظفر ۱۴۱۱ھ/ستمبر ۱۹۹۰ء (پاکستان)
طباعت جدید	:	صفر المظفر ۱۴۳۸ھ/نومبر ۲۰۱۶ء
صفحات	:	128
تعداد	:	گیارہ سو

تقسیم کار

تاج الشریعہ کتاب گھر

چمپا مسجد کے سامنے، چمپا چوک، اورنگ آباد، مہاراشٹر

رابطہ: 9665947865

ای میل: hanfirazvi@gmail.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	8
۲	تعارف بزم رضا	9
۳	مصنف کے حالات از: مولانا شوکت حسن خان	12
۴	پیش لفظ۔۔۔ازمولانا عبد الرشید نوری	14
۵	تلاوت کے دوران حق نبی ﷺ کہنا کیسا؟	23
۶	مفتی اختر رضا خاں کی تقریر	23
۷	صاحبزادے کا خط	28
۸	مفتی اختر رضا خاں کا جواب	30
۹	تصدیق: مفتی محمد یامین رضوی	30
۱۰	صاحبزادے کا دوسرا خط	31
۱۱	حضرت کا مختصر جواب	32
۱۲	صاحبزادے کا تیسرا خط	33
۱۱۳	صاحبزادے کو مولانا سید محمد عظمت علی شاہ کا محققانہ جواب	35
۱۴	صاحبزادے کا جواب الجواب	42
۱۵	مولانا عظمت علی شاہ کا دوسرا جواب	45
	حضرت علامہ اختر رضا خاں کا دوسرا تحقیقی جواب	46
	صاحبزادے کی علمی بددیانتی	46
	پوری عبارت	47

Scanned by CamScanner

اپنی طرف سے مسئلہ گڑھ لینا	50
تصدیق:.... مفتی محمد یامین رضوی	52
صاحبزادے کے جواب میں سترہ کے اخرابیاں	54
حضرت مفتی اختر رضا خاں کا آخری تحقیقی فتویٰ و جواب	55
سننے کے لیے تیار ہونا بھی سننا ہے	58
سننے کے لیے تیار ہونا اور سکوت	63
صاحبزادے کی چار احادیث	65
حدیث کا غلط ترجمہ	67
علامہ کے دلائل کی دس حدیثیں	68
علامہ سیوطی کی تفسیر سے	70
فیصلہ ہوگیا	73
دل میں کہنا جائز	74
مخصوص وقت میں تلاوت ' درود سے افضل ہے	76
دعویٰ محبت باطل	78
صاحبزادے کی دلیل صاحبزادے کے خلاف	79
دعویٰ کیا؟ دلیل کیا؟	80
حلبی وطحطاوی کی رائے	84
علامہ شامی کی بحث	84
جہری قرأت میں حق نبی کہنا	85
اعلیٰ حضرت کا فتویٰ	86
صاحبزادے کی علمیت	86

صاحبزادے پر جواب اُدھار	87
علامہ کاظمی وغیرہ کا قول	88
تصدیقات علمائے ہند	89
مفتی محمد نظام الدین صاحب، مبارک پور	89
محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ، مبارک پور	93
مفتی محمد شریف الحق امجدی، مبارک پور	93
مفتی محمد معراج القادری، مبارک پور	93
مفتی زاہد سلامی، مبارک پور	94
علامہ بہاء المصطفیٰ۔ بریلی شریف	94
علامہ تحسین رضا خاں۔ بریلی شریف	95
فتویٰ از مفتی محمد احمد جہانگیر خاں۔ بریلی شریف	96
تصدیق: مولانا سید شاہد علی رضوی۔ رامپور	97
مولانا محمد ادریس۔ مبارک پور	97
فتویٰ: مفتی محمد مجیب اشرف۔ ناگپور	97
تصدیق: مفتی غلام محمد خان	98
مفتی محمد یامین رضوی۔ بنارس	98
مفتی محمد ایوب نعیمی۔ مراد آباد	99
علامہ محمد ہاشم رضوی۔ مراد آباد	99
مفتی عبد الرحیم بستوی۔ بریلی شریف	99
مولانا محمد صالح نوری۔ بریلی شریف	101
مولانا محمد توصیف رضا خاں۔ بریلی شریف	101

Scanned by CamScanner

	تصدیقات علمائے پاکستان	102
	علامہ مفتی احمد میاں برکاتی اور مفتی محمد خلیل خاں رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	102
	مولانا سید محمد علی رضوی۔حیدر آباد	106
	مفتی محمد رضاء المصطفیٰ۔گوجرانوالہ	107
	مفتی عبد الرحیم سکندری۔سانگھڑ	112
	علامہ عبد الوہاب خاں قادری۔لاڑکانہ	112
	مفتی محمد عبد الحفیظ قادری۔حیدر آباد	113
	مفتی عبد القیوم خاں۔لاہور	114
	مفتی عبد القیوم ہزاروی۔لاہور	114
	مفتی محمد نور عالم۔فیصل آباد	115
	مولانا محمد افضل۔فیصل آباد	115
	مولانا ریاض احمد سعیدی۔فیصل آباد	115
	مولانا سید ظفر اللہ شاہ۔فیصل آباد	116
	علامہ حسن علی قادری۔میلسی	116
	مولانا محمد وارث قادری۔خضدار	116
	مولانا سعید احمد قادری۔حیدر آباد	117
	مفتی محمد امین۔فیصل آباد	117
	ان علما کی تصدیقات جنھوں نے سابقہ تصدیق سے رجوع فرمایا	117
	مفتی غلام مصطفیٰ رضوی۔ملتان	117
	علامہ عبد الرشید رضوی۔جھنگ	117
	مفتی غلام سرور قادری۔لاہور	119

	مفتی مختار احمد۔فیصل آباد	120
	اظہار رائے	120
	علامہ محمد اشرف سیالوی۔سرگودھا	120
	مولانا عبد الحکیم شرف قادری۔لاہور	120
	مولانا ابوداؤد محمد صادق۔گوجرانوالہ	121
	مفتی فیض احمد اویسی۔بہاول پور	121
	مفتی غلام محمد قاسمی قادری۔کوئٹہ	122
	وہ علما جنھوں نے سکوت فرمایا	122
	وہ علما جنھوں نے استفتا کا جواب نہ دیا	122
	قدیم فتویٰ از اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ	124
	قطعات۔حماد رضا خان و حسان رضا خان	126

Scanned by CamScanner

انتساب

محبوب العارفین، سراج الکاملین، رونق بزم برکاتیت احسن العلماء حضرت مولانا حافظ قاری السید الشاہ مصطفیٰ حیدر المعروف مفتی سید حسن میاں شاہ صاحب قادری برکاتی 'نوری' اولادِ رسولی مدظلہم العالی ودامت برکاتہم وفیوضہم زیب سجادۂ خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف کے نام!

جو اپنے آباء واجداد کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، آج بھی حق وصواب کو پہچاننے کی کسوٹی ہیں۔

جن کے الفاظ پر آج بھی لاکھوں دل دھڑکتے ہیں اور احقاقِ حق کے لیے لاکھوں نگاہیں ان ہی کی طرف اُٹھتی ہیں!

محمد عبدالرشید احمد نوری

یکے از سگانِ مارہرہ وبریلی

۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

۱۴ اگست ۱۹۹۰ء

بزم رضا پاکستان حیدرآباد کا تعارف

بزم رضا آج سے تقریباً پینتیس ۳۵ برس پہلے ۱۹۵۵ء میں حیدرآباد کے مشہور بزرگ وعالم حضرت علامہ مفتی سید ریاض الحسن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمائی اور وہی اس کے پہلے صدر ہوئے۔ اس کا افتتاح نامور بزرگ، عاشق رسول، محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے فرمایا اور مفتیِ اعظم سندھ خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور ولی کامل، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مرید خاص حضرت مولانا اشتیاق علی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اس کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی خصوصی دعاؤں اور عنایتوں سے نوازتے رہے اور اب اسے مفتیِ اعظم سندھ کے جانشین وسجادہ، شہزادۂ اکبر حضرت علامہ ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی اور مشہور قادری بزرگ حضرت علامہ سید محمد علی رضوی مدظلہ العالی کی سرپرستی حاصل ہے۔ علمائے اہلسنّت اور بزرگوں کی سرپرستی یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو بہت کم تنظیموں کو حاصل ہے۔ ان بزرگوں میں شاعر اہلسنّت حسانِ پاکستان حضرت اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی سید محمد بشارت علی صاحب قادری رضوی اور حضرت علامہ سعید احمد قادری رضوی بھی شامل ہیں۔ موجودہ عہدے داران یہ ہیں:

صدر: قاضی سید محمد بشارت علی قادری

نائب صدر: سید مقصود علی قادری

ناظم اعلیٰ: محمد عبدالرشید احمد نوری

ناظم نشر واشاعت: حافظ محمد جمیل قادری

خازن: شبیر رضا نورانی

Scanned by CamScanner

نائب ناظم اوّل: سید مقبول احمد نوری

نائب ناظم دوم: ڈاکٹر صلاح الدین

نائب ناظم نشرواشاعت: محمد جاوید رضوی

اس کے علاوہ مفتی نور محمد قادری، مولانا قاری محمد شریف نوری، مولانا قاری عبدالمجید نوری، صاحبزادہ سید ضیاء الحسن جیلانی بھی اسی بزم کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ سب حضرات خلوص ومحبت کا پیکر ہیں اور مسلک کی انتہائی لگن اور محنت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

گزشتہ سال جانشین شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیِ اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری (بریلی شریف) کی آمد کے موقع پر بزم کے شعبۂ تصنیف وتالیف ''اعلیحضرت امام احمد رضا اکیڈمی ولائبریری'' کا وجود عمل میں آیا۔ ایک سال کے مختصر ترین عرصے میں اس شعبہ نے مختلف محاذوں پر اشتہارات، پمفلٹ اور اسٹیکرز کے ذریعے غیر مقلدوں، نجدیوں، وہابیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے عقائد ونظریات کی بھرپور حفاظت کی اور ان کے ایوانوں میں تہلکہ مچادیا، جس کے کافی اچھے اثرات رونما ہوئے اور اب بھی کئی اسٹیکرز اور کتابیں زیرِ طبع ہیں جو عن قریب شائع ہوں گی۔

انتہائی قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ مسلک اہلسنّت پر چاروں طرف سے بدمذہبوں خصوصاً غیر مقلدوں کی یلغار ہے۔ یہ لوگ لاکھوں روپیہ مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو تباہ کرنے میں برباد کررہے ہیں مگر اہلسنّت کی تنظیمیں لاکھوں روپیہ پاس ہونے کے باوجود خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ انہیں اللہ کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ انہیں چاہیے کہ میدانِ عمل میں اُتریں اور بدمذہبوں کا مقابلہ کریں۔ بعض تنظیمیں کام کرتی دکھائی بھی دیتی ہیں مگر مسلک کے لیے نہیں بلکہ غیر ضروری اُمور پر لاکھوں روپیہ برباد کرتی ہیں۔

اس صورت حال کے پیشِ نظر بزم نے انتہائی نامساعد حالات میں یہ کام شروع

کیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم بے سروساماں ضرور ہیں مگر بے وسیلہ نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ بار شکر ہے کہ اس نے بے سروسامانی کے عالم میں ایسے اسباب مہیا فرمائے کہ ہم خود حیران ہیں۔ وہ مدد ضرور فرماتا ہے، شرط خلوص ہے۔ میں تمام اہلسنّت سے گزارش کروں گا کہ وہ اس جہاد میں ہر ممکن حصہ لیں اور اپنی نئی نسل کو بدمذہب ہونے سے بچائیں۔

فقط

محمد عبدالرشید احمد نوری

١٦ ذی قعدہ ١٤١٠ھ

١٠ جون ١٩٩٠ء

شائع کردہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکیڈمی ولائبریری شعبۂ تحقیق بزم رضا پاکستان
مرکزی دفتر رحمانیہ مسجد مقابل عثمان آباد گیٹ حیدرآباد

Scanned by CamScanner

حضرت مصنف علامہ کے حالات زندگی

از: مولانا شوکت حسن خان، کراچی

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، رہبر شریعت، پیر طریقت، واقفِ معرفت وحقیقت، فقیہہ العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی مدظلہ العالی نجیب الطرفین یعنی والد اور والدہ دونوں جانب سے امام اہلسنّت، مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے پوتے اور مفتیِ اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کے نواسے ہیں۔ آپ نے مفسرِ اعظم ہند اور مفتی اعظم ہند کے زیر سایہ بریلی شریف میں ہی علومِ دینیہ کی تکمیل فرمائی۔ آپ کو بچپن سے ہی عربی پر عبور حاصل تھا۔ یہاں تک کہ دارالعلوم منظر اسلام میں اپنے مصری استاد کو اُردو اخبار کی خبریں فی البدیہہ عربی میں سنایا کرتے۔ انہی اساد کے ایما پر والد ماجد اور نانا جان کی اجازت سے آپ جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً چار سال تحصیل علم میں گزارنے اور اپنی فطری ذہانت وذکاوت کی بنا پر اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ یہی وجہ تھی کہ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ کو وہاں کی مسندِ تدریس پیش کی گئی مگر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے ظاہر کے ساتھ ساتھ آپ کی باطنی اور روحانی تربیت بھی فرمائی۔ اس ولیِ کامل کے فیضِ صحبت نے آپ کو جلد ہی کندن بنا دیا۔ اہلِ نظر کا مشاہدہ ہے کہ آپ کی ذاتِ گرامی ظاہر وباطن، فضل وکمال وتقویٰ ہر لحاظ سے اپنے اسلاف کا مظہر اتم ہے اور آپ ایک ولیِ کامل ہیں۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے اپنی مبارک زندگی میں آپ کو اپنا قائم مقام بنایا، منصبِ افتاء

سے نوازا، رضا مسجد اور عیدگاہ کی امامت وخطابت عطا فرمائی اور جمعہ وجماعات، حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ آپ کے پیچھے ہی ادا فرماتے اور آپ سے بے پناہ محبت فرماتے۔ بقول محبوب العارفین حضور سیدی علامہ الشاہ سید حسن میاں صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ شریف (پیر خانۂ اعلحضرت) کہ

> ''حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ اختر میاں کے ساتھ مارہرہ شریف تشریف لاتے اور جب کبھی وہ مفتی اعظم ہند کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تو فوری بلاتے اور فرماتے کہ ''اختر میاں تم میری آنکھوں سے غائب مت ہوا کرو، میں جب تمہیں نہیں دیکھتا تو بے چین ہو جاتا ہوں'' (مفہوماً)''

بحمد اللہ تعالیٰ! حضرت علامہ آج بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی مسندِ افتاء کو آباد کیے ہوئے ہیں اور دنیا بھر سے آئے ہوئے استفسارات کے جوابات ارشاد فرماتے ہیں اور تشنگانِ علم وفضل کی پیاس بجھاتے ہیں۔ آپ بریلی شریف سے ایک ماہنامہ ''سنّی دنیا'' بھی نکالتے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں دورہ کر کے مسلکِ حق اہلسنّت وجماعت کی ترقی وترویج واشاعت میں رات دن کوشاں ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مدظلہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے تمام دنیا کو مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Scanned by CamScanner

پیش لفظ

از: ابوالسخا (مولانا) محمد عبدالرشید قادری برکاتی نوری ایم اے

مسئلہ ''حق نبی''، صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ پانچ سال' دس سال' پندرہ سال پہلے بھی یہ مسئلہ علماء سے پوچھا گیا ہے اور اس پر محقق علماء نے جو جواب زبانی عطا فرمایا' وہ وہی تھا جو اَب آپ تحریری شکل میں کتابِ ہذا میں پڑھ لیں گے...... ہاں بلادِ عرب اور بلادِ ہند کے علماء کے سامنے یہ ایک نیا مسئلہ تھا' چنانچہ خانقاہِ رضویہ کے ایک خانوادے' امام اہلسنّت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نبیرہ اور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے نائب و جانشین' فاضلِ کل' حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری دامت فیوضہم' جب پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے یہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ دُعا میں' امام وخطیب اور مقرر کی تقریر میں آیتِ درود شریف پڑھتے وقت' دورانِ قرأت'' ''حق نبی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نعرہ لگاتے ہیں، تو مسئلہ بتائے بغیر نہ رہ سکے اور علی الاعلان جلسۂ عام میں مسئلہ ضرور یہ بیان فرمادیا۔ لوگوں نے یہ مسئلہ سنا اور سرِ تسلیم خم کردیا۔ جو علماء وہاں موجود تھے انہوں نے سراہا کہ حضرت نے صحیح وقت پر رہنمائی فرمائی ہے......

اسی مجمع میں صاحبزادہ محمد زبیر صاحب بھی موجود تھے۔ موصوف کو اکابر سے اختلاف کا بہت شوق ہے...... کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بعض اکابر علماء نے ان کی تحریر کی اصلاح فرمائی مگر صاحبزادے اپنی رائے پر مصر رہے اور اکابر کی رائے کو تسلیم نہیں کیا۔ موصوف کو خود اپنے والد ماجد مرحوم ومغفور سے بعض مسائل میں عملاً اختلاف ہے۔ چنانچہ اسی عادتِ قدیمہ مستمرہ کے تحت' صاحبزادے صاحب نے ایک سوال حضرت کو لکھ کر بھیج دیا، جس کا جواب حضرت نے فوری دیا۔ پھر اور سوال وجواب ہوئے۔ یہ تمام سوالات وجوابات من وعن'

کتاب ہذا کی زینت ہیں۔ قارئین اُسے خود ہی پڑھ لیں گے۔ موصوف کے آخری سوال کے جواب میں حضرت ابھی لکھ ہی رہے تھے کہ صاحبزادے صاحب نے اپنی جلد بازی کی عادت کے تحت' خود ہی اپنے گھر کے ایک فرد نام سے سوال ترتیب دے کر جواب لکھا اور بہت سے علماء سے تصدیقات کرا کے رسالہ شائع کرایا۔ موصوف نے اپنی رسالہ میں جو دلائل پیش کیے ہیں' ان میں سے کئی کا جواب تو حضرت ان کو پہلے دے چکے تھے۔ باقی کے جواب بھی حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں مدظلہ نے اس مسئلے پر اب تک کی آخری گفتگوئے ہذا میں مرحمت فرمادیئے ہیں۔ جن کو قارئین پڑھ لیں گے......ہم صاحبزادے کے دلائل سے قطع نظر (کہ ان کا جواب تو کتابِ ہذا میں موجود ہے) صرف رسالہ ''حق نبی''، پر کچھ تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) پورے رسالہ میں جہاں جہاں ''حق نبی'' لکھا ہے' کہیں بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بھی درود وسلام کے کلمات غائب ہیں' حتیٰ کہ سرورق اور پہلے صفحہ پر بھی صرف ''حق نبی'' لکھا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) صاحبزادے نے اپنی مؤلفہ میں اس مسئلے کو معمولی مسئلہ قرار دیا' (رسالہ مذکورہ ص۲) حالانکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور اور قرآنِ کریم سے اس پر حجت موجود ہے۔

(۳) صاحبزادے نے اس مسئلے پر اظہارِ حق' کو **اضطراب وانتشار کے پیدا ہونے کا لازمی امر قرار دیا**۔ (رسالہ مذکورہ ص۲) حالانکہ مسئلہ کے بیان سے نہ تو انتشار پھیلا اور نہ اضطراب بلکہ رسالہ ''حق نبی'' کی طباعت کے بعد ضرور انتشار پھیلا اور عوام مضطرب ہوئے۔

(۴) صاحبزادے نے حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری زید مجدھم کی جانب سے' اس مسئلے پر اظہارِ خیال کو ''شر'' قرار دیا (معاذ اللہ) اور اپنے مؤلفہ رسالہ کو ''رفع شر'' کا باعث قرار دیا۔ (رسالہ مذکورہ، ص۲) صاحبزادے صاحب نے اس پر توجہ نہ فرمائی کہ جس کو وہ ''شر'' سمجھ رہے ہیں' وہی تو حق ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۵) صاحبزادے صاحب کی نگاہ میں' ان کے مؤلفہ رسالہ کی طباعت سے' کسی کی

Scanned by CamScanner

ذاتی مخالفت یا مخاصمت مقصود نہیں تھی۔ (رسالہ مذکورہ، ص۲) حالانکہ اگر ذاتی مخالفت مقصود نہ تھی تو اتمام حجت تو ہونے دیتے' ابھی تو مجیب جواب دے ہی رہے تھے کہ یہ صاحبزادے صبر نہ کر سکے اور محض اپنی برتری کے اظہار کے لیے یک طرفہ دلائل طبع کرادیئے۔

(۶) صاحبزادے صاحب کی نگاہ میں بقول ان کے' انہوں نے اپنا رسالہ للّٰہیت کے ساتھ طبع کرایا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے فاضل و محترم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کا نام تصدیقات سے نکال دیا ہے......لیکن یہ رائے محض' پردہ داری کے لیے ہے' صاحبزادے اگر اس کام میں مخلص ہوتے اور للّٰہیت کے ساتھ کرتے تو......

(الف) وہ اپنے جواب میں حضرت کے جوابات بھی نقل کرتے۔

(بُ) جن علماء سے تصدیقات کرائی ہیں' ان کو آگاہ کرتے کہ یہ مکالمہ' کس عالم سے ہو رہا ہے۔

(ج) یہ بھی ظاہر کرتے کہ ابھی فاضل محترم حضرت علامہ اختر رضا خاں کا آخری جواب آنا باقی ہے۔

پھر وہ دیکھتے کہ ان کی رائے کی تصدیق کتنے علماء نے فرمائی؟!! لیکن صاحبزادے جانتے تھے کہ اگر انہوں نے' حضرت کا نام ظاہر کر دیا تو شاید ایک دو حضرات ہی تصدیق کرتے، باقی اس وقت سکوت فرماتے یا حضرت کے دلائل منگواتے۔ دونوں صورتوں میں مدعا پورا نہ ہوتا، لہٰذا نام ہی اُڑا گئے۔

چنانچہ فاضل کل حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی فرماتے ہیں کہ مولانا محمد زبیر صاحب کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کی سعی جمیل کے پس پشت کونسا محرک ہے، ورنہ میں اس میں حصہ نہ لیتا۔

(پورا خط کتاب ہٰذا میں شامل ہے)

(۷) صاحبزادے صاحب کے بقول' قائد اہلسنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی

دامت برکاتہم العالیہ نے ''حق گوئی'' کی اس کٹھن راہ میں قدم قدم پر ان کی حوصلہ افزائی افزائی......حالانکہ حضرت قائد اہلسنّت مدظلہ نے نجی محفلوں میں اس کی طباعت کو پسند نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کی اشاعت سے اہلسنّت میں انتشار بڑھے گا۔ (مفہوم گفتگو درمیان علماء' بہ موقع جلسۂ دستارِ فضیلت ٹھٹھہ' برمکان جیلانی برادران ۱۹۸۹ء)

(۸) صاحبزادے صاحب کے الفاظ میں' ان کی یہ کوشش اُمت مسلمہ کے اتفاق و اتحاد کے لیے ہے......مگر افسوس یہ کہ ان کی یہ سعی و کاوش' اُمتِ مسلمہ میں بے چینی و اضطراب کا باعث بنی......صاحبزادے صاحب اگر اپنا جواب شائع نہ کرتے تو جواباً یہ کتاب بھی نہ شائع کی جاتی جو مجبوراً شائع کی جا رہی ہے۔ صاحبزادے صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو اپنے ایک شاگرد سے لکھوایا کہا کہ ''دعویٰ (بزعم خود) جو......ثابت کیا جا چکا ہو' کی تائید میں' اگر کوئی مرجوح (ناپسندیدہ) اور ضعیف قول' بھی لایا جائے (گویا) خود بھی اپنے قول کی تائید میں لائی جانے والی دلیل کو ''ضعیف (کمزور) اور مرجوح (ناپسندیدہ' فقہا کے نزدیک ناقابلِ قبول) (سمجھ رہے ہیں) تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑتی'' (یہ خط کتابِ ہٰذا میں شامل ہے) حالانکہ......قیامت ٹوٹ پڑی......خود صاحبزادے صاحب پر ٹوٹ پڑی......دیکھیے کیا لازم آیا: علامہ شامی درمختار میں فرماتے ہیں:

ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع.

قول مرجوح پر حکم و فتویٰ دنیا جہالت اور خلاف اجماع ہے۔ (درمختار ج۱، ص۶۹)

اب ذرا ''حق نبی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) نامی رسالہ پر جن محترم علماء کرام نے تصدیقات فرمائی ہیں......ان پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ اس رسالہ میں باون محترم حضرات کی تصدیقات ہیں۔ ان میں سے اٹھائیس علماء وہ ہیں جو باقاعدہ منصب افتاء پر فائز ہیں......تیرہ وہ ہیں جو مدرّس ہیں اور افتاء سے شغف نہیں فرماتے۔ اور گیارہ وہ ہیں جو واعظ یا مقرر، امام خطیب ہیں......جب ان تصدیقات کو بغور پڑھا گیا تو جو کچھ نتیجہ نکلا وہ یہ ہے

Scanned by CamScanner

کہ ان حضراتِ مقدسہ میں سے پینتیس حضرات وہ ہیں جنہوں نے صرف تصدیق فرمائی ہے۔ اور اپنی علیحدہ رائے یا دلیل کا اظہار نہ فرمایا۔ ان میں سے بعض امام وخطیب ہیں یا واعظ...... باقیوں میں سے جنہوں نے کچھ تحریر فرمایا ہے ان میں سے (۱) حضرت مولانا مفتی مختار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ مخالف کے پاس سوائے بغض کے کوئی دلیل واضح موجود نہیں ہے (حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ ''وقف کو قرأۃ کا حکم'' دینے والے فاضل کے دلائل ملاحظہ فرمالیں' ان شاءاللہ آپ بھی مطمئن ہوجائیں گے)

(۲) حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے اپنی تصدیق میں مطلقاً حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواز پر بات کی ہے' عندالقرأۃ حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیان نہیں فرمایا۔ (فاضل محقق علامہ ازہری کو اس سے کب انکار ہے) وہ بھی مطلقاً حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا افضل قرار دیتے ہیں) حضرت مولانا نے ہمارے استفسار پر اپنی رائے کا دوبارہ اظہار فرمایا ہے' جو شامل کتاب ہذا ہے۔

(۳) علامہ محمد اشرف صاحب مدظلہٗ نے اپنی تصدیق میں ان الفاظ میں فاضل محقق علامہ ازہری کی تائید ہی فرمائی ہے' لکھتے ہیں ''اور جب قرأت ہی منقطع ہوگئی تو حکم استماع بھی مرتفع ہوگیا'' (یہی قول فاضل علامہ ازہری کا ہے)

(۴) حضرت علامہ غلام رسول رضوی قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں ''وقفہ تلاوت کے حکم سے خارج ہے'' (حضرت کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ فاضل محقق علامہ ازہری نے ثابت کیا ہے کہ یہ وقفہ حکم قرأت میں ہے' اُمید کہ یہ تحقیق پڑھ کر آپ اس کی تائید فرمائیں گے)

(۵) مفتی محمد اسلم صاحب رضوی بھی قاری کی تلاوت کے درمیان وقفہ میں نعرہ لگانا بدرجۂ اولیٰ جائز فرما رہے ہیں (ان حضرت سے بھی عرض ہے کہ پہلے فاضل محقق کی تحقیق ملاحظہ فرمالیں پھر رائے کا دوبارہ اظہار فرمائیں)

(۶) علامہ مفتی محمد حسین نعیمی بھی' فاضل محقق علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کی

تصدیق کر رہے ہیں' فرماتے ہیں (لہٰذا ہر آیت کی تلاوت کے بعد کا وقفہ شامل قرأت نہیں'' (تو فاضل محقق بھی یہی فرماتے ہیں کہ آیت پوری ہو پھر نعرہ لگائیں)

(۷) حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری صاحب نے رسالہ مذکورہ پر تصدیق فرمائی تھی مگر حضرت نے اس تصدیق سے رجوع فرماتے ہوئے فاضل محقق علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کے دلائل پڑھ کر' جو تصدیقی و تحسینی کلمات ارشاد فرمائے، وہ کتاب ہذا کی زینت ہیں۔

(۸) مفتی محمد خاں صاحب منہاجی طاہری نے اصل معاملہ سے ہٹ کر تصدیق فرمائی، انہوں نے اس کو اضافہ تصور فرما کر تردید فرمائی (حالانکہ بحث اضافہ پر نہیں بلکہ نعرۂ ''حق نبی'' عندالقرأۃ پر ہو رہی ہے)

(۹) حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب نے بھی تصدیق میں فرمایا کہ مانعین کا موقف غلط اور مبنی بر عناد ہے۔

(مگر جب موصوف نے حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری کا فتویٰ ملاحظہ فرمایا تو اپنے سابقہ موقف سے رجوع فرماتے ہوئے حضرت کے فتویٰ کی تائید فرمائی اور مبارکپور یونیورسٹی سے آنے والی تائید پر تصدیق فرمائی، جو شامل کتاب ہذا ہے۔ فللہ الحمد)

(۱۰) حضرت علامہ مفتی ابوصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی نے بھی' مانع کے قول کو حق کا انکار تصور فرمایا (حالانکہ حق کا انکار نہیں کیا جا رہا ہے' نبی کے حق ہونے سے بھلا کون انکار کرے گا' مسئلہ یہ ہے کہ یہ وقفہ قرأۃ میں شمار ہے یا نہیں۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں' ان شاءاللہ آپ بھی تائید فرمائیں گے)

(۱۱) حضرت مولانا بشیر احمد اشرفی زیدحبہ نے دلائلِ قاہرہ سے وقف کے اقسام بیان فرمائے ہیں۔ (حضرت کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ جس کتاب ''الاتقان'' از علامہ سیوطی سے آپ نے وقف کی اقسام ارشاد فرمائی ہیں اسی سے تو فاضل محقق علامہ ازہری نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ ایسا وقف قرأت کے حکم میں ہے اس پر بھی نگاہ ڈال لیں

Scanned by CamScanner

اور فاضل محقق کی تحسین فرمائیں)

(۱۲) حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب قبلہ نے جو روایت نقل فرمائیں، فاضل محقق نے ثابت کیا ہے کہ وہ صرف قاری کے لیے ہیں، سامع کے لیے نہیں، سامع پر تو انصات ہی لازم ہے۔ اور یہ دلیل کہ جب قاری ادا کر سکتا ہے تو سامع بھی ادا کر سکتا ہے، مشکوٰۃ میں مذکور نہیں۔ یوں ہی فقہا کے ارشادات بھی قاری کے حق میں مفید ہیں، سامع کے حق میں نہیں۔ (معذرت کے ساتھ)

(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نے اس کو عدم علم، عناد اور ضد قرار دے دیا، (حضرت سے عرض ہے کہ فاضل محقق علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کے دلائل ملاحظہ فرمائیں پھر اپنی رائے پر غور کریں)

(۱۴) صاحبزادۂ خطیب پاکستان مولانا کوکب نورانی، نے اپنے والد گرامی (مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ) کا جو واقعہ بیان فرمایا، وہ خاص اپنے موقع کے لحاظ سے مناسب ہوگا۔ پھر جب ان کا حضرت فاضل محقق علامہ مفتی اختر رضا ازہری صاحب مدظلہ سے ملنے کا ارادہ ہی تھا، تو مل لیتے، پھر حکم لگاتے۔ اب ان کے دلائل ملاحظہ فرمالیں پھر فیصلہ فرمائیں۔ (شکریہ)

(۱۵) حضرت مفتی عبداللطیف صاحب ٹھٹھوی قبلہ زید مجدہ نے فرمایا کہ "ان کا اعتراض سراسر غلط اور عناد سے بھرا ہوا ہے"۔ (حضرت سے بھی مؤدبانہ عرض ہے کہ فاضل محقق کا جواب تحقیقی ملاحظہ فرمانے کے بعد فیصلہ فرمائیں)

(۱۶) مولانا عبداللطیف ایم اے لکھتے ہیں کہ ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا خود قرینہ ہے کہ یہاں قرأت کی نیت نہیں بلکہ ثنا و دُعا مراد ہے۔ (حالانکہ ثنا تو پورا قرآن ہے اور یہ دُعا کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ تلاوت کر کے اخبار (اطلاع دینا) مقصود ہے۔ پھر وہاں کیا فرمائیں گے جہاں مقرر یا واعظ بغیر ہاتھ اُٹھائے آیتِ درود پڑھتا ہے۔ وہاں تلاوت ہے؟ تو پھر وہاں منع فرمادیں)

(۱۷) حضرت علامہ مولانا محمد مختار احمد، فیصل آبادی نے بھی رسالہ حق نبی کے مضمون پر تصدیق فرمائی تھی۔ مگر جب حضرت مفتی اسلام کا فتویٰ ملاحظہ فرمایا تو اپنے سابقہ قول سے رجوع کرتے ہوئے حضرت مفتی اسلام علامہ محمد اختر رضا خاں قبلہ کے فتویٰ کی تصدیق نہ صرف خود فرمائی بلکہ فیصل آباد کے دیگر علماء سے تصدیق بھجوائی جو زینت کتاب ہذا ہیں۔ (فللہ الحمد)

..........☆☆☆☆☆..........

خلاصۂ کلام یہ کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تلاوت کے دوران "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نعرہ نہ لگائیں اور یہ وقف جو "علی النبی" پر ہوتا ہے، قرأت کے حکم میں ہے لہٰذا اس موقع پر نعرہ نہ لگائیں بلکہ جب پوری آیت ختم ہو جائے تو پھر "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم یا "لبیک" یا "اللّٰھم لبیک" کہہ کر درود شریف پڑھیں۔ پورے مسئلے کے لیے کتاب حاضر ہے۔

..........☆☆☆☆☆..........

فاضل محقق حضرت علامہ ازہری قبلہ زید مجدہم کے بارے میں بتانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، آپ امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت فرمائی ہے۔ ان کے سایہ میں تعلیم حاصل کی، ان کے ہی زیر سایہ منصب افتاء پر فائز ہوئے اور ہزاروں فتاویٰ لکھے۔ مفتی اعظم ہند نے آپ کو مزید علم کے لیے جامعہ الازہر بھیجا، جہاں آپ نے چار سال گزارے۔ یوں آپ الازہری کہلائے (گویا آپ صرف سہ ماہی ازہری نہیں ہیں) حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور تمام علمائے ہند نے آپ کو جانشینِ مفتی اعظم ہند تسلیم کیا ہے اور آپ کے علم و عرفان اور فضل و کمال و زہد تقویٰ کے معترف ہیں۔

..........☆☆☆☆☆..........

Scanned by CamScanner

رسالہ حق نبی کی اشاعت کے بعد اخبارات میں صاحب زادے محمد زبیر صاحب کے رفقاء کی جانب سے 'حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری کی ذات پر جو رکیک حملے کیے گئے' تمام فرزندانِ خانقاہِ رضویہ نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اہلِ سلسلہ قادریہ' برکاتیہ' رضویہ' نوریہ' حامدیہ نے بھی ایسے اُمور کی مذمت کی ہے۔

افسوس! کہ صاحبزادے نے اختلاف کے ساتھ ساتھ قانونی' اخلاقی اور شرعی حدود کو بھی چھوڑ دیا اور اپنے پیش لفظ میں پوری طرح یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ انہوں نے یہ اختلاف معاذ اللہ کسی دیوبندی' وہابی' گستاخِ رسول سے کیا ہے۔

حالانکہ وہ خوب جانتے تھے اور جانتے ہیں کہ ان کا یہ مکالمہ کس سے ہو رہا ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ انہیں کے پردادا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بریلوی کہلاتے اور بریلوی ہونے کے ناطے ہی اپنا کاروبار چلاتے ہیں۔ ایسے محسنوں سے اختلاف کیا یہ کوئی مہذب انداز ہے؟

............☆☆☆☆☆............

محترم قارئین کتابِ ہذا کے مطالعہ سے آپ اس نتیجے تک پہنچیں گے کہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہٗ نے صاحب زادے کی ایک ایک دلیل کا جواب دیا ہے جبکہ صاحبزادے اپنے رسالہ میں کہیں بھی حضرت کے پیش کردہ دلائل میں سے کسی بھی ایک دلیل کو رَدنہ کر سکے۔ حالانکہ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ صاحبزادے اپنے رسالہ میں حضرت کے تمام دلائل کا تذکرہ کرتے اور طرفین کے دلائل علماء و عوام کے سامنے پیش کرتے پھر محاکمہ چاہتے۔

اللہ تعالیٰ' اس کتاب کو پڑھ کر قبولِ حق کی توفیق دے۔ آمین

محمد عبدالرشید نوری قادری

۶ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

۳ فروری ۱۹۹۰ء

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے؟

عالم اسلام اور دنیائے اہلسنّت کی مسلمہ شخصیت' نبیرۂ امام اہلسنّت فاضل بریلوی اور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہما کے جانشین اور نائب حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں بریلوی قادری برکاتی نوری مدظلہم العالیٰ گزشتہ سال پاکستان تشریف لائے تو اس موقع پر عوام اہلسنّت خانقاہِ رضویہ کے اس عظیم فرزند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تابانہ ٹوٹ پڑے۔ اپنے اس دورہ میں حضرت نے حیدر آباد میں ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب سے قبل آپ نے ایک تمہیدی گفتگو میں عوام اہلسنّت کو ایک مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کے درمیان خاموشی لازم ہے اور اس موقع پر حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگانا قرآنی حکم کے خلاف ہے۔ ذیل میں حضرت کی وہ تقریر نذر قارئین ہے۔ (مرتب)

حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری کی تقریر!

حدیث میں ہے:

"من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان."

جو تم میں سے کوئی بُری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر

Scanned by CamScanner

اس کی استطاعت رکھتا ہے، ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے اس کو منع کرے، بدل دے اور زبان سے اس منکر کو بدل دے، اگر اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو اسے دل سے بُرا جائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا: ولیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل یعنی اس کے بعد اس کے علاوہ ایمان کا رائی برابر کوئی درجہ نہیں ہے۔ یعنی برائی کو بُرا جاننا ایمان کا تقاضا ہے اور یہ مومن کی شان ہے اور ایمان کا خاصہ ہے، لازمۂ ایمان ہے کہ برائی کو بُرا جانے، پھر اگر قدرت رکھتا ہے تو مومن کی یہ شان ہے کہ سرکار نے ارشاد فرمایا اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے، اس برائی کو مقرر نہ رکھے اور اگر اس کی بھی قدرت نہیں ہے تو برائی کو بُرا کہے اور منکر کی برائی کو ظاہر کرے، اس کی شناعت ظاہر کرے، لوگوں کو منع کرے۔ یہاں پاکستان میں یہ دستور ہے کہ جب آیتِ دُرود پڑھی جاتی ہے، اُس وقت لوگ زور سے نعرہ لگاتے ہیں "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحمد للہ ہم نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمہ گو ہیں اور ایسے کلمہ گو ہیں کہ مدعیوں کے پاس تو محض دعوے کے سوا کچھ نہیں ہے اور ہم ایسے کلمہ گو ہیں کہ روئے زمین پر ہم ہی مسلمان ہیں الحمد للہ اور ہم سچے کلمہ گو ہیں، اس لیے کہ ہم سچے نبی کو مانتے ہیں۔ ہمارا نبی بھی سچا اور ہمارا خدا بھی سچا اور ہمارا کلمہ بھی سچا اور الحمد للہ اس نبی کا کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہم بھی ایسے سچے ہیں کہ کوئی ہم کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا لیکن ہم پر، آپ پر، سب پر اس کی اطاعت ضروری ہے جس کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور کلمہ پڑھنے سے ہی ہمارے ذمے میں ان کی اطاعت فرض ہوئی ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تو ہمارے اوپر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ضروری ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی اطاعت ہی بعینہٖ خدا کی اطاعت ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ.

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تمہارے اندر جو علماء ہیں، اہلِ حکم ہیں ان کی اطاعت کرو۔

اب اس پر غور کیجیے کہ ہم جو نعرہ لگاتے ہیں "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس سے قطع نظر کہ یہ نعرہ فی نفسہ جائز ہے، کوئی بُری بات نہیں بلکہ یہ ہمارے دل کی آواز ہے جو ہمارے منہ سے، ہمارے لبوں سے، ہماری زبان سے نکلتی ہے! یہ دل کی آواز ہے لیکن اس پر غور کیجیے کہ اس وقت جو یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے اس وقت نعرہ لگانے سے آپ کو منع کیا ہے یا اس نعرہ لگانے کی اجازت دی ہے؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ.

جب قرآن پڑھا جائے فَاسْتَمِعُوا لَهُ تو اس کو سنو اور چپ رہو تا کہ تمہارے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہو۔

قرآنِ کریم نے ہمیں اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے، ایک یہ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو آپ سنیں اور دوسری بات یہ کہ قرآن کی تلاوت کے دوران چپ رہیں اور اس پر قرآن کریم نے وعدہ فرمایا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو گے، اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو گی۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابھی جب قاری ٹھہر گیا اور اس نے وقف کیا تو قرأت ابھی نہیں ہو رہی ہے، تو سننے کا حکم نہیں ہے اور جب سننے کا حکم نہیں ہے تو چپ رہنے کا بھی حکم نہیں ہے۔ اس لیے کہ چپ رہنا وہ سننے کے لیے ہے لہٰذا حق نبی کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس خیال کا اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے چپ رہنے کا جو حکم دیا ہے یہ محض سننے کے لیے

Scanned by CamScanner

نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو چپ رہنے کا حکم دیا ہے وہ حرمت قرآن کی وجہ سے ہے اورقرآن کو سننے کے لیے بھی ہے۔ دیکھیے کہ جب تک تلاوت کی محفل قائم رہے جب تک تلاوت کی مجلس قائم رہے یہ شرع کا قاعدہ کلیہ ہے کہ شرع مجلس کا اعتبار کرتی ہے، جس مجلس میں جو کام ہو رہا ہے جب تک وہ کام ہوتا رہے گا وہ مجلس اسی کام کی ہے۔

آپ نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا ہے لیکن کھانا کھانے کے لیے مستعد ہیں۔ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے ہیں تو عرفاً کیا کہا جائے گا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے' کھانا کھا رہے ہیں۔ جب تک کھانے کا فعل ہوتا رہے گا تب تک یہی کہا جائے گا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے حالانکہ اس پوری مجلس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کھانا کھاتے رہیں، بیچ میں کوئی فصل واقع نہ ہو۔ بیچ میں فصل واقع ہوگا تو آپ بات بھی کریں گے، کوئی اور کام بھی کریں گے لیکن وہ چونکہ کھانے کی مجلس ہے، کھانے کی محفل ہے تو اس میں اس فصل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو معمولی سا فصل ہے، اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا کھانے سے پہلے بھی آپ جب کھانے کے لیے متعد ہیں تو اس حالت استعدادی پر بھی وہ اطلاق ہوگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے' کھانا کھا رہے ہیں، فلاں شخص کھانے کے لیے جا رہا ہے۔ ابھی کھانا کھایا نہیں ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا کھا رہا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جو فعل جب تک قائم رہے، جب تک جاری رہے' وہ مجلس اسی فعل کی قرار دی جائے گی۔

اس طریقے سے مَیں (مفتی اختر رضا خاں ازہری) جو تقریر کر رہا ہوں، تو میرے جملوں کے درمیان خاموشی بھی ہوگی لیکن اس خاموشی کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا بلکہ یہی کہے گا کہ تقریر ہو رہی ہے اور آپ لوگ بھی کہیں گے کہ فلاں صاحب تقریر کر رہے ہیں اور ہم تقریر سن رہے ہیں۔ حالانکہ بیچ میں خاموشی بھی ہوگی۔ اس کو بہت سی مثالوں سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ بہر حال مختصر یہ ہے کہ جب تک جس کام کی محفل رہے گی وہ محفل اس کام کی شمار کی جائے گی۔ جب تک تقریر جاری ہے تقریر کی محفل قرار دی جائے گی۔ جب تک

خطبہ جاری ہے تو خطبہ کی محفل قرار دی جائے گی۔ بلا تشبیہ و تمثیل اسی طریقے سے جب تک تلاوت کی جا رہی ہے ہزار مرتبہ اگر چہ قاری سکوت کرے، اگر چہ وقف کرے لیکن وہ محفل اسی مجلس کی' تلاوت کی ہی قرار دی جائے گی۔ اسی لیے قاری کی تلاوت کے درمیان اور خطبہ کے درمیان اور وعظ کے درمیان یہی حکم ہے کہ جب تک خطبہ جاری ہے تو لوگوں کو ضروری ہے کہ وہ چپ بیٹھیں، اگر چہ آواز نہ پہنچتی ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ جو چپ رہنے کا حکم ہے، وہ محض سننے کے لیے نہیں ہے' سننے کے لیے بھی ہے اور حرمتِ وعظ' حرمتِ خطبہ اور حرمتِ تلاوت کو قائم رکھنے کے لیے بھی ہے۔ اس لیے کہ جب بولا جائے گا، اس کے درمیان جو کلام کیا جائے گا تو تلاوت کی حرمت ختم ہو جائے گی، وعظ کی حرمت ختم ہو جائے گی، خطبہ کی حرمت ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا فقہاء بالاتفاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دور بیٹھا ہوا ہے یا کچھ لوگ دور بیٹھے ہوئے ہیں۔ خطبہ کی آواز جہاں تک نہیں جا رہی ہے یا وعظ کی آواز نہیں جا رہی ہے یا قاری کی آواز نہیں جا رہی ہے......ان لوگوں کو بھی یہ فرض ہے کہ وہ چپ بیٹھیں جبکہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ابھی قاری قرأت کر رہا ہے یا خطیب خطبہ دے رہا ہے یا واعظ وعظ کر رہا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ یہ حکم چپ رہنے کا محض استماع کے لیے نہیں ہے۔ محض یہ سننے کے لیے نہیں ہے بلکہ حرمتِ قرآن کو قائم رکھنے کے لیے بھی ہے۔ قرآن کی تلاوت کے دوران اگر بولنا جائز ہوتا تو تلاوت ہی کی رخصت ہوتی کہ ہم تلاوت کر رہے ہیں، دوسرا تلاوت شروع کر دے اور اگر یوں نہ سہی جب تک جتنے لمحوں میں قاری وقف کرتا ہے، خاموش رہتا ہے تو اس کے سکتے میں تلاوت کرے لیکن سکتوں میں بھی تلاوت جائز نہیں ہے، نہ اس تلاوت کے دوران دوسروں کو تلاوت کرنے کا حکم ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جو ہم لوگ ''حق نبی''، صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہیں اُس وقت اس نعرہ کا حکم نہیں ہے۔ آپ دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل میں ''حق نبی'' کا نعرہ لگائیں۔ یعنی ذکرِ قلبی جاری رہے تو یہ منع نہیں ہے۔ ذکر لسانی سے اللہ

Scanned by CamScanner

تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کے دوران منع کیا ہے اور ہماری شان یہ ہے کہ جہاں ہم کو روکا گیا ہے وہیں رک جائیں اور جو ہم کو کرنے کا حکم دیا ہے، وہ ہم کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(تقریر ختم ہوئی)

اس جلسے میں حیدرآباد کے جید علماء کرام ومشائخ عظام موجود۔ تھے سب نے اس نکتہ پر آفرین کہا اور محسوس کیا کہ حضرت نے بروقت ایک دینی مسئلہ پر رہنمائی فرمائی ہے اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے خاندان کا فرد ہونے کا حق ادا کیا ہے......اس جلسہ میں کچھ ایسے حضرات بھی موجود تھے جو بزعم خود اکابر کے ساتھ برابری کی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں اور خود کو علم وفضل کا ماہر گردانتے ہیں۔

ان ہی میں ایک صاحبزادے جو ابھی نوعمر نوجوان اور جوشیلے ہیں موجود تھے' ان سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے دوسرے دن علی الصبح' حضرت کی خدمت میں اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ ایک استفسار روانہ کیا۔ حضرت نے اس کا جواب فوری دیا۔ ذیل میں وہ سوال وجواب بھی ہدیۂ قارئین ہے۔

صاحبزادے کا خط

واجب الاحترام گرامی مرتبت مولانا اختر رضا خانصاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

رات کو جلسہ میں "حق نبی" کی ممانعت کے سلسلے میں آنجناب نے جو فتویٰ بیان فرمایا ہے اس کو سن کر ذہن میں کچھ استفسار پیدا ہو گئے، جن کو سپردِ قلم کر کے ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے حضرت میری اس جسارت کو کم فہمی اور بے علمی پر محمول کرتے ہوئے درگزر فرمائیں گے اور جواب سے سرفراز فرما کے میرے علم میں اضافہ فرمائیں گے۔

(الف) "حق نبی" کی ممانعت کی آنجناب نے جو دلیل ذکر فرمائی ہے۔

اس کی رو سے "آیت صلوٰۃ" کے بعد لوگ جو درود شریف پڑھتے کیا وہ بھی ممنوع نہیں ہو جائے گا؟ کیونکہ عموماً دُعا میں اس آیت کے بعد یہ آیت آخر میں پڑھی جاتی ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. تو آپ کے ارشاد کے مطابق تلاوت کے درمیان کا وقفہ اور سکوت قابلِ اعتبار نہیں بلکہ وہ تلاوت ہی شمار ہوگا۔ تو اس طرح لوگوں کا درود شریف پڑھنا اثنائے تلاوت واقع ہونے کی بنا پر بفحوائے آیۂ شریفہ فَاسْتَمِعُوْا لَہ وَانْصِتُوْا ممنوع ٹھہرا......؟

(ب) مظاہرۂ حسنِ قرأت کے موقع پر جب قراء تلاوت کرتے ہیں تو اثنائے تلاوت مجمع کی طرف سے اللہ۔ اللہ۔ ماشاء اللہ۔ سبحان اللہ کی صدائیں بطور داد وتحسین بلند ہوتی ہیں۔ آپ کی دلیل کی بنا پر یہ بھی ممنوع قرار پائیں گی؟......جبکہ اس پر عالم کے مسلمانوں کا برسہا برس سے تعامل چلا آ رہا ہے۔ لاکھوں علماء اور مشائخ، فقہا اور مفتیانِ کرام نے ایسی محافل کو دیکھا بھی ہے اور اس میں خود شرکت بھی کی ہے لیکن اس کے خلاف آج تک کسی نے فتویٰ نہیں دیا۔ اور اگر یہ جائز تھا تو "ما ھو جوابکم فھو جوابنا"......

(ج) نماز میں جب امام قرأت کرتا ہے تو سورت فاتحہ اور سورت دیگر کے درمیان "آمیـــــن" کہتے ہیں، تو کیا وہ آپ کی دلیل کی رو سے ممنوع نہیں ہو جائے گا؟ کیونکہ آپ کی نظر میں یہ وقفہ غیر معتبر ہے، لہٰذا اثنائے تلاوت "انصتوا" پر عمل نہ ہوا اور "آمین" کہنا بھی ناجائز ٹھہرا؟

اُمید ہے کہ آنجناب اپنے کریمانہ اور محققانہ ارشادات سے اس ناسمجھ اور کم عقل کی تشفی وتسلی کا سامان مہیا فرمائیں گے۔

فقط: محمد زبیر نقشبندی

۱۹/جون ۱۹۸۹ء

Scanned by CamScanner

۹۲/۷۸۶

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب.

گرامی قدر حضرت صاحبزادہ صاحب سلام مسنون

میرا کلام وقف قرأت کے بارے میں ہے نہ کہ وقف قطع کے سلسلے میں۔ وقف قرأت میں قاری قرأت کے لیے وقف کرتا ہے اور بعد وقف وہ قرأت کے لیے مستعد ہوتا ہے، لہٰذا معاً قرأت شروع کر دیتا ہے اور کسی شے کے لیے مستعد کا حکم وہی ہے جو اس کے فاعل کا حکم ہے۔ اور یہ امر شرعاً و عرفاً معروف و معلوم ہے وله نظاير فی الفروع لا تخفی علی مطلع، وقف قطع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔ اس صورت میں قاری بہ نیت قطع قرأت وقف کرتا ہے۔ آپ نے جو صورت تحریر کی وہ وقف قطع کی ہے، یعنی قاری وہاں قرأت ختم کر دیتا ہے اور سامعین کو آیت درود پڑھنے کا وقفہ دیتا ہے، پھر بعد درود خوانی قرأت ستانفہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اس جگہ استعاذہ پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ بعض قراء کا معمول ہے تو قرأت سابقہ آیت درود پر ختم ہوگئی، اس کے بعد درود پڑھنا دورانِ قرأت میں درود پڑھنا نہیں۔ والله تعالیٰ اعلم.

۲- یہ بھی ممنوع ہے اور تعامل مسلم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳- وہاں آمین کہنے کا حکم ہے اور ولا الضالین پر وقف قطع قرأت کے لیے ہوتا ہے، پھر قرأت مستانفہ ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہٗ

۲۵ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

○ **تصدیق**: مولانا مفتی محمد یامین رضوی۔ بنارس

۷۸۶

الجواب صواب، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد یامین رضوی مرادآبادی

خادم جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس

یہ جواب مولوی محمد زبیر نقشبندی کی سمجھ میں نہ آیا..... تو موصوف نے پھر سوال بھیجا اور مزید استفہام کیا۔ ملاحظہ ہو......

مخدومی و مطاعی زید مجدکم العالی۔

ایک بار پھر زحمت دے رہا ہوں جس کے لیے صمیم قلب سے معذرت خواہ ہوں۔

آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر لیکن وقف کے بارے میں مندرجہ بالا تقسیم اور اصطلاح آج تک کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزری اور اگر بالفرض لامناقشۃ فی الاصطلاح کے تحت آپ کی ایجاد کردہ یہ اصطلاح اور تقسیم مان بھی لی جائے تو ذہن ان دونوں کے درمیان کسی واضح فرق کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ آنجناب کے کلام سے وقف قرأت اور وقف قطع کی جو تعریفیں سمجھ میں آ رہی ہیں وہ جامع و مانع نہیں اور ایک دوسرے پر صادق آ رہی ہیں...... مثلاً ''علی النبی'' پر آپ کی نظر میں وقف قرأت ہے اور بقول آپ کے ''یہاں قاری قرأت کے لیے وقف کرتا ہے اور بعد وقف وہ قرأت کے لیے مستعد ہوتا ہے اور معاً قرأت شروع کر دیتا ہے'' تو یہی صورت بعینہٖ ''وسلّموا تسلیما'' اور ''ولا الضالین'' کے وقف میں بھی پائی جاتی ہے۔ جتنا وقفہ پہلی صورت میں ہے بعینہٖ اتنا ہی وقفہ دوسری صورتوں میں ہے۔ جس حیثیت اور جس نیت سے پہلی صورت میں وقفہ ہے، اس ہی حیثیت اور نیت سے دوسری صورتوں میں بھی وقفہ ہے۔ لہٰذا کیا وجہ ہے کہ دوسری صورتوں کو وقف قرأت میں شامل نہ کیا جائے......؟

ادھر وقف قطع کی تعریف کا مدار آپ نے یہ فرما کے قاری کی نیت پر رکھ دیا کہ......

''وقف قطع میں قاری بہ نیت قطع قرأت وقف کرتا ہے'' تو اگر ''علی النبی'' پر قاری بہ نیت قطع قرأت یعنی لوگوں کو حق نبی کہنے کا وقت دینے کے لیے وقف کرے تو یہی وقف قرأت وقف قطع بن جائے گا۔

دراصل قرأت کا ''انقطاع'' چاروں صورتوں میں کہیں نہیں ہے، لہٰذا وقف قطع کی اصطلاح ناقابلِ فہم ہے۔ کیونکہ جس طرح قاری نے وسلّموا تسلیما اور

Scanned by CamScanner

ولا الضالین پروقف کر کے سامعین کو دُرود پڑھنے اور آمین کہنے کا وقفہ دیا (لیکن قرأت منقطع نہیں کی) یعنی اسی طرح "علی النبی" پر وقف کر کے قاری نے لوگوں کو "حق نبی" کہنے کا وقفہ دیا (یہاں بھی قرأت منقطع نہیں کی) لہٰذا وسلموا تسلیما اور ولا الضّالین میں اگر اس کی نیت کا اعتبار ہے تو علی النبی میں بھی اس کی نیت کا اعتبار ہونا چاہیے، جبکہ ظاہراً تمام صورتیں یکساں ہیں......

تعامل فقہاء مسلمین اور اجماعِ امت بہر حال فقہ کا ایک اہم ماخذ اور ایک اہم ترین دلیل ہے جس کا بغیر کسی دلیل کے آسانی سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

محمد زبیر نقشبندی

۳۰/جون ۸۹ء

حضرت نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا

۹۲/۷۸۶

الجواب: اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعهٗ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

گرامی قدر صاحبزادہ صاحب سلام مسنون

وقف قرأت اور وقف قطع کی اصطلاح فقیر کی ایجاد کردہ نہیں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ عبارت مع قید صفحہ کتاب دستیاب ہونے پر پیش کردوں گا، ان شاءاللہ

افادہ الامام الجلال السیوطی فی الاتقان۔ آمین اور تمام آیت (وسلموا تسلیما) سے یہاں الزام دینا صحیح نہیں۔ قاری ان دونوں جگہوں پر قرأت منقطع کرتا ہے، چنانچہ وہ خود بھی قرأت ختم کر کے آمین کہتا اور درود پڑھتا ہے۔ اور یہاں وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ بحکم وقف ما بہ عند انقطاع نفس ٹھہرتا ہے اور یہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ قاری

نے ہنوز قرأت ختم نہ کی بلکہ اسے ابھی پڑھنا ہے اور خود جناب کو بھی یہ مسلّم ہے، چنانچہ خود آپ رقم طراز ہیں تو اگر علی النبی پر قاری بہ نیت قطع قرأت لوگوں کو حق نبی کہنے کا وقفہ دینے کی نیت سے وقف کرے تو یہی وقف قرأت' وقف قطع بن جائے گا اور جب آنجناب کو بھی یہ تسلیم ہے کہ قاری نے قرأت منقطع نہ کی تو یقیناً قرأتِ سابقہ جاری ہے تو جب تک قرأت جاری ہے انصات وسکوت فرض ہے......لم تعالیٰ واذ قریٔ القرآن فاستمعوا له وانصتوا الآیۃ اور جب قرأت جاری ہے تو اس وقفۂ قلیلہ کا اعتبار نہیں اور قرأت کے دوران سامع کو بولنے کا اختیار نہیں اور قاری کی طرف سے رخصت زنہار نہیں، نہ اسے یا کسی کو دورانِ قرأت رخصت دینے کا اختیار۔ واللہ تعالیٰ ھوا لموفق و ھو تعالیٰ اعلم.

میں نے تعامل کا انکار نہیں کیا بلکہ مجھے حق نبی پر دعویٰ تعامل مسلم نہیں ہے۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

شب ۲۷/ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

○ **تصدیق:** مفتی محمد یامین صاحب رضوی مرادآبادی

ہذا الحکم المفتی المطاع حقیق بالاتباع

محمد یامین الرضوی المرادآبادی

دارالافتاء جامعہ حمیدیہ رضویہ مدنپورہ بنارس

> نوعمر صاحبزادے کی عقل "سلیم" اب بھی مسئلہ سمجھنے سے قاصر رہی تو انہوں نے ایک بار پھر سوال قائم کیا اور حضرت کو بھیجا اور ایک بار پھر اپنی کم علمی اور ناقص العقلی کا اعتراف کرنے کے ساتھ اپنی بے ادبی اور گستاخی کی حرکت کا اعتراف بھی کیا۔

Scanned by CamScanner

مخدومی ومطاعی دامت برکاتہم العالیہ

جلسہ سے آنے کے بعد رات کو آپ کی تحریر پر غور کرتا رہا۔ اس ناقص عقل میں ایک خدشہ یہ بھی پیدا ہوا کہ قرآن نے قرأت میں دو حکم مرتب فرمائے ہیں۔ ایک استماع کا، دوسرا انصات کا۔ اگر آنجناب کے ارشاد کو تسلیم کرتے ہوئے سکوت کے اس وقفہ کو بھی قرأت میں شمار کیا جائے تو قرآن کے ایک حکم انصات پر تو عمل ہو جائے گا لیکن دوسرے استماع کے حکم پر عمل کس طرح ممکن ہوگا؟...... یا تو معاذ اللہ قرآن کا ایک حکم لغو اور ناقابلِ عمل ہو جائے گا' یا پھر تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی جو عقلاً اور نقلاً محال ہے؟...... کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ مذکورہ بالا آیۂ شریفہ میں شرط قرأت حکمی نہیں بلکہ حقیقی ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت قرأت حقیقی کے انتفاء پر استماع اور انصات والے مشروط بھی منتفی ہو جائیں گے؟

ایک چیز اور قابلِ غور ہے کہ آیۂ مذکورہ بالا میں استماع اور انصات دونوں حکموں کو واؤ کے ساتھ ذکر کیا ہے جو جمع کے لیے آتا ہے۔ لہٰذا اگر استماع محقق نہیں ہوگا تو انصات بھی ضروری نہیں رہے گا۔ "فائی عن المنبر" کا جزئیہ اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جہاں قرأت حقیقی کے باوجود استماع نہ ہونے کے سبب انصات کا حکم بھی ضروری نہیں رہا۔

"كما فى العناية على الهداية وقال بعضهم قرأة القرآن اولیٰ وهو اختيار الفضلى لان الامر بالانصات انما كان لاجل الاستماع للتدبر وحيث فات ذالك يقرء القرآن احرازً الثوابه وكذا فى فتح القدير انه السكوت للاستماع لا مطلقاً و حاصل الاستدلال بالآية ان المطلوب امر ان الاستماع والسكوت فيعمل بكلّ منهما".

(فتح القدیر وعنایہ شرح ہدایہ ص ۳۴۱)

امید ہے اس بے ادب کی ان گستاخانہ حرکتوں کو درگزر فرماتے ہوئے آنحضرت اپنے مشفقانہ کلمات سے سرفراز فرمائیں گے۔

محمد زبیر نقشبندی

یکم جولائی ۱۹۸۹ء

............☆☆☆☆............

حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں چونکہ اس وقت چونکہ کراچی جا رہے تھے چنانچہ آپ نے دارالعلوم احسن البرکات کے نائب مفتی فاضل نوجوان ابوالوفا مولانا سید محمد عظمت علی شاہ صاحب نوری سے فرمایا کہ مولانا آپ ان کو فوری جواب لکھیں، فقیر ان شاءاللہ کراچی جاکر مفصل جواب لکھے گا۔

چنانچہ مولانا سید عظمت علی شاہ صاحب نے مولوی محمد زبیر نقشبندی کو جو عالمانہ جواب دیا، وہ بھی نذر قارئین ہے۔

اس جواب میں فاضل نوجوان نے محمد زبیر نقشبندی کے علم کی نہ صرف دھجیاں بکھیر دیں بلکہ ان پر چند اعتراض بھی وارد کردیئے، ملاحظہ ہو۔

صاحبزادے کو مولانا سید محمد عظمت علی شاہ کا جواب

برادرم مولانا محمد زبیر صاحب زیدحبہٗ

سلام مسنون!

محترم المقام حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قبلہ دامت برکاتہم کی تقریر پر آپ نے اپنے مکتوب کے ذریعے جو اشکال پیش کیا، حضرت اس کا جواب کراچی جاکر لکھیں گے۔ تاہم حضرت نے فقیر سے فرمایا تھا کہ میں اس کا جواب لکھ دوں۔ چنانچہ حضرت کے حکم پر فقیر نے چند سطور تحریر کی ہیں جو آپ کے علم میں اضافہ کے لیے پیش خدمت ہیں۔

آپ نے اپنے مکتوب میں سوال قائم کیا کہ "قرآن نے قرأت پر دو حکم مرتب

Scanned by CamScanner

فرمائے ہیں۔ایک استماع کا دوسرا انصات کا۔اگر وقفہ کو بھی قرأت ہی شمار کیا جائے تو قرآنی حکم ''انصات'' پر عمل ہوگا لیکن دوسرے استماع کے حکم پر عمل کس طرح ممکن ہوگا؟ ......یا تو قرآن کا ایک حکم لغو اور نا قابلِ عمل ہو جائے گا یا پھر تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی، جو محال ہے'' تو واضح ہو کہ ''وقفہ'' کی صورت میں بھی دونوں پر عمل ممکن ہے۔یعنی انصات پر تو حقیقی صورت میں اور استماع پر حکمی صورت میں۔تو اس میں نہ تو کوئی حرج ہے اور نہ ہی کوئی محال لازم آیا اور نہ قرآن کریم کا کوئی حکم لغو ہوا (وامثالہٗ کثیرۃ فتدبر) آپ نے لکھا کہ آیۂ مذکورہ بالا میں استماع اور انصات دونوں حکموں کو واؤ کے ساتھ ذکر کیا جو جمع کے لیے آتا ہے لہٰذا اگر استماع متحقق نہیں ہوگا تو انصات ضروری نہیں رہے گا،اس کی تائید میں آپ نے نائ عن المنبر کا جزئیہ پیش کیا۔لیکن اس کے ساتھ عنایہ کی عبارت ادھوری پیش کی ہے، حالانکہ اُصولِ تحریر کے مطابق آپ پر لازم تھا کہ آپ پوری عبارت نقل فرماتے۔رہا یہ مسئلہ کہ اگر استماع متحقق نہ ہو تو حکم انصات نہ صرف عین ممکن بلکہ لازم ہے۔چنانچہ کافی شرح وافی میں ہے۔

الاحوط السکوت لانه مامور بالاستماع والانصات اذا قرب من الامام و عندالبعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب علیه.

آپ کا یہ فرمانا کہ استماع متحقق نہیں ہوگا تو انصات بھی ضروری نہیں رہے گا، کافی کی مذکورہ بالا عبارت سے باطل ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ دور ہونے کے سبب استماع پر اگرچہ قادر نہیں، صرف انصات پر قادر ہے، تو ایسے شخص پر انصات ہی واجب ہے۔اب عنایہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے جسے آپ نے نقل نہیں کیا۔

''واما اذا کان نائیا، عنه بحیث لایسمع الخطبة فقد اختلفوا فی أن قراۃ القرآن اولیٰ ام الانصات روی عن محمد بن سلمة انه قال الانصات اولیٰ وھو اختیار

الکرخی و قداختاره المصنف لان المامور به عند قراءۃ القرآن سبّأن الاستماع والانصات فاذا تهیأ له العمل باحدهما عمل امتثالاً للامر بحیث الامکان وقال بعضهم قراءۃ القرآن اولیٰ وھو اختیار الفضلی لان الامر بالانصات انما کان لاجل للستماع للتدبر وحیث فات ذلک یقرء القرآن احراز الثوابه.'' (عنایه)

آپ نے یہ تمام عبارت اُڑا دی جو اُصولِ تحریر کی خیانتوں میں سے ایک ہے اور مرجوح قول کو نقل کر دیا جبکہ پہلے قول کی موافقت میں امام کرخی کے ساتھ خود مصنف علیہ الرحمۃ بھی ہیں اور آپ کے پیش کردہ قول میں صرف فضلی ہیں جس کو صاحب عنایہ نے ''قال بعضھم'' سے بیان کیا۔پھر آپ نے فتح القدیر کی عبارت بھی مکمل تحریر نہیں فرمائی، صرف درمیانی عبارت کو لیا جو آپ کے مطابق تھی۔حالانکہ دیانت تحریر یہ تھا کہ مکمل عبارت نقل کی جاتی اور ساتھ ہی صاحب فتح القدیر نے جو نتیجہ اخذ کیا اس کو بھی ملاحظہ کیا جاتا تو فاضل مقرر حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب کی تقریر پر اشکال نہ ہوتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ذیل میں پوری عبارت اور صاحب فتح القدیر کا نتیجہ پیش خدمت ہے۔

(قوله النص) یعنی قوله تعالیٰ واذ قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا...... والانصات لا یخص الجهریة لانه عدم الکلام لٰکن قیل انه السکوت...... للاستماع لا مطلقاً و حاصل الاستدلال بالآیة ان المطلوب امر ان الاستماع والسکوت فیعمل بکل منها والاوّل یخص الجهریة والثانی لا...... فیجری علیٰ اطلاقه فیجب السکوف عندالقراۃ مطلقاً. (فتح القدیر)

صاحب فتح القدیر ارشاد فرماتے ہیں کہ انصات قرأت جہریہ کے ساتھ خاص نہیں

Scanned by CamScanner

ہے اس لیے کہ عدم کلام ہے لیکن کہا گیا (قیل) جو کہ عام طور پر ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ سکوت استماع کے لیے ہے نہ کہ مطلقاً اور استدلال آیۃ سے حاصل یہ ہے کہ مطلوب دو امر ہیں استماع اور سکوت۔ تو ان میں سے ہر ایک پر عمل کرے گا، اس کے بعد مصنف نتیجہ اخذ فرماتے ہیں کہ سکوت "عند القراۃ مطلقاً واجب ہے اور مسئلہ مابہ النزاع حکماً قراءۃ ہے کما مَرَّ۔ علاوہ ازیں صاحب فتح القدیر نے فصل القراءۃ میں کذالک فی الخطبۃ کے تحت ارشاد فرمایا کہ احوط قول یہ ہے کہ سکوت اختیار کرے اور لکھا کہ

هذا اذا كان بحيث يستمع فاما النائ فلا رواية فيه من المتقدمين واختلفوا المتاخرون والاحوط السكوت يعنى عدم القراة والكتابة ونحوها كلا لكلام المباح فانه مكروه فى المسجد فى غير حال الخطبة فكيف فى حالها.

اور اس کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں مباح کلام خطبہ کی حالت کے علاوہ بھی مکروہ ہے اور پھر خطبہ کی حالت میں بدرجۂ اولیٰ قرأت کی ممانعت ہے اور دوسرے مقام پر صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:

لفرضية الاستماع الا ان يقرأ لخطيب قوله تعالىٰ ياايها الذين آمنوا صلوا عليه الآيه فيصلى السامع فى نفسه واختلفوا فى النائى عن المنبر والاحوط هو السكوت اقامة لفرض الانصات. (ہدایہ)

یعنی محتاط چپ رہنا ہے تا کہ فرض انصات قائم ہو جائے۔ یہاں بھی منصف کے قول محتاط کو چھوڑ کر آپ نے قولِ ضعیف نقل کیا ہے، جو آپ کو زیب نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں سامع کے بارے میں ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم مختلف ہیں۔ امام ثانی حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف بحالت خطبہ سکوت واجب ہے۔ قبل شروع و بعد ختم و

بین الخطبتین دعا وغیرہ اور دینی گفتگو کی اجازت ہے۔ اور امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی اور دنیاوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف اور جواب السلام بلکہ مخلِ استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں، اگر چہ کلام آیت ہو اگر چہ خطیب سے دور بیٹھا ہوا ہو کہ (نائی) یعنی خطبہ سننے میں نہ آتا ہو۔ امام ثالث محرم المذہب محمد ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ بین الخطبتین میں امام اعظم کے اور قبل اور بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ درمختار میں ہے۔

اذ خرج الامام من الحجرة والا فقيامه للصعود شرح المجمع فلا صلاة ولا كلام الىٰ تمامها ولو تسبيحاً اورد سلام او امر المعروف بلا فرق بين قريب و بعيد وقالا لا باس بالكلام قبل الخطبة و بعدها واذا جلس عندالثانى والخلاف كلام يتلعق بالاخرة اما غيره فيكره اجماعاً.

امام اہلسنّت کے نزدیک تحقیق یہی ہے، اگر چہ یہاں اختلافِ نقول حد اضطراب پر ہے۔ اس تحقیق کی بنا پر حاصل کلام یہ ہے کہ مقتدی دل میں دعا مانگے کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز ہے۔ مذکورہ بالا تین اقوال میں امام ابوحنیفہ کا قول مفتی بہ ہے۔ جب امام خطبہ کے لیے چلے تو سلام و کلام یہاں تک کہ جواب سلام اور امر بالمعروف کو بھی منع کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) الحدیقۃ الندیۃ میں ہے:

قال فى النهاية اذا كان بحيث لا يسمعها رواية فيه من اصحابنا فى المبسوط وقد اختلف المشائخ المتاخرون فيه فعن محمد بن سلمة الانصات اولىٰ وعن نصير بن يحيىٰ انه كان بعيد او كان يحرك شفتيه بالقرآن وفى العناية ان الانصات مختار الكرخى و صاحب الهداية وقال بعضهم القرآة اولىٰ وهو اختيار الفضلى.

Scanned by CamScanner

ردالمحتار میں فیض سے ہے: الاحوط السکوت وبه یفتی قول بعض بھی ضعیف ونامعتمد ہے۔ صحیح یہی ہے کہ دورونزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت قرأت جمیع اعمال ناجائز۔ (فتاویٰ رضویہ)

طحطاویہ میں زیر قول مذکور مراقی ہے:

قوله غير ممتنعة المعتمد المنع۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ اس کے بعد رقم طراز ہیں۔ واقــــول و حمـلـه كـلام الـكـمـال عـلى القريب بعيد كل البعد فان الكمال صرح بخلافه كما سنمعک نصه.

درمختار میں فیض علامہ کرکی سے ہے:

لو كـان بـعيدً الا يسمع الخطبة ففى حرمة الكلام خلاف كـذا فـى قـراة القرآن والنظر فى الكتب وعن ابى يوسف انـه كـان يـنـظـر فـى كـتـابـه ويـصـحـحه بالقلم والاحوط السكوت و به يفتىٰ.

جواہرالاخلاطی میں ہے:

النائى عن الامام فى استماع الخطبة كالقريب والانصات فى حقه.

ھوالمختار ہندیہ میں "تبیین الحقائق امام زیدی سے ھو الاحوط محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

ھو الاصح.

شرح نقایہ برجندی میں خزانہ سے ہے:

ھو الاولیٰ ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے:

اختـلفوا فى النائى عن المنبر والاحوط السكوت (زاد فى الهدايه)

اقـامة لفرض الانصات. ملتفى الابحر ومجمع الانهر میں ہے(النائى) اى البعيـد الـذى لايسمع الخطبة (والدانى) اى القريب (سواء) فى وجوب الاستـمـاع والانـصـات اامتثالاً للامر تنویر میں ہے(البـعيـد عـن الخطيب (القريب سئيّان) فى افتراض الانصات انہیں میں ہے: يحب عليه ان يستمع ويسكت (بلافرق بین قریب وبعید)فـى الاصـح مـحيط كنز الدقائق و بحر الرائق میں(الـنـائى كالقريب)هـو الاحتياط الغرر والدرر میں ہے(البعيد) عن الخطيب (كالقريب) فى وجوب الاستماع والانصات.

عبارت سابقہ۔ تو واضح تھا ہی کہ سننا جو فرض ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے، اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہوں، ورنہ کھانا، پینا، چلنا گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کونسا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے، بلکہ اس کے یہ معنی کہ ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ مگر ان عبارات لاحقہ نے اور بھی واضح تر کر دیا کہ سراپا تمام اعضا سے اسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لیے کان میں آواز بھی نہیں مگر قول صحیح ومعتمد ومختار ومفتیٰ بہ یہی ہے کہ اسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام ہے۔

یہ تمام حقائق نـائـی عن المنبر کے بارے میں ہیں جو خطبہ نہیں سن رہا۔ اس میں بھی تمام متقدمین علماء کے نزدیک مفتیٰ ومختار قول سکوت ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا لہٰذا قریب والا شخص جو قرات قرآن سامنے بیٹھا ہوا سن رہا ہے اس کے لیے بدرجۂ اولیٰ سکوت کا حکم ہوا، استماع خطبہ سے زیادہ مؤکد استماع قرآن کا حکم ہے، اس لیے کہ خطبہ میں تو انسانی کلام بھی ہے اور آیت قرآن کے علاوہ صحابہ وتابعین کا ذکر بھی ہوتا ہے لیکن قاری تو صرف کلام اللہ تلاوت کرتا ہے، اس لیے اس کا استماع زیادہ مؤکد۔ فتدبر

(سید محمد عظمت علی بن سید محمد بشارت علی)

۳رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

Scanned by CamScanner

مولوی محمد زبیر سے ان باتوں کا جواب تو بن نہ پڑا لہٰذا وہ اپنی وہی راگنی الاپتے رہے۔ بلکہ انہوں نے اس علمی گفتگو کے جواب میں اپنے ایک سابق طالب علم کے نام سے لفظی بحث کی اور نہایت غیر مہذب اور غیر شریفانہ طریقے سے اپنی کم علمی کا ماتم کرتے ہوئے جو کچھ لکھا وہ قارئین کے سامنے حاضر ہے۔

صاحبزادے کا جواب

۷۸۶_۹۲

۸/ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

عزیزم مولوی عظمت علی شاہ صاحب

السلام علیکم

حق نبی کے سلسلے میں......صاحبزادہ......محمد زبیر...... نے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ کو جو اعتراضات روانہ فرمائے تھے ان میں سے چند ضمنی سوالات کے جوابات دینے کی جو آپ نے سعیِ لاحاصل کی ہے، وہ نظر سے گزری۔

حقیقت تو یہ ہے کہ......صاحبزادہ صاحب کا حضرت قبلہ مفتی صاحب سے جو کئی بار تحریری دلائل کا تبادلہ ہوا ہے وہ پوری بحث آپ کے سامنے نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو آپ اصل بحث کو سمجھ سکے اور نہ اصل دلائل سے واقفیت حاصل کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل بحث سے ہٹ کر ایک قول کو مرجوح ثابت کرنے کی لاحاصل طویل بحث میں آپ نے سارا زور لگا دیا اور صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے اور اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے کہ جو دعویٰ معتبر، صحیح احادیث، مفتی بہ اور مستند اقوالِ فقہا، اجماع اور تعامل سے ثابت کیا جا چکا ہو اس کی تائید میں بالفرض اگر کوئی مرجوح اور ضعیف قول بھی لایا جائے تو ایسی کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑتی کہ آسمان سر پر اُٹھا لیا جائے۔ بلکہ مذکورہ بالا اُمور سے موید ہونے کی بنا پر وہ

ضعیف قول بھی اس بنا پر قابلِ استدلال بن جاتا ہے۔ اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ اگر آپ نے پڑھے ہوتے تو شاید اس قسم کا اعتراض آپ کبھی نہ کرتے کیونکہ اصل حدیث کی رو سے ایک ضعیف حدیث موید بالتعامل ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال بن جاتی ہے۔

(کما صرح به الجصاص فی احکام القرآن و غیر واحد من المحدثین و الاصولیین)

آپ کے علم میں اضافے کے لیے ایک مثال بھی پیش کیے دیتا ہوں، دیکھیے طلاق الامة نطلیقتان وعدتها حیضتان . حدیث ضعیف ہے لیکن تعامل کے سبب قابلِ استدلال بن گئی ہے اور فقہا کا اس پر عمل ہے۔

......صاحبزادہ...... نے تو مذکورہ مسئلے کو صرف تعامل سے نہیں بلکہ احادیثِ صحیحہ، محدثین اور فقہا کے راجح اور مفتی بہ اقوال، اجماع الغرض بہت سے دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر کے حضرت قبلہ مفتی اختر رضا خاں صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیا ہے اور اب اُن کے جواب کا انتظار ہے۔ اگر دلائل کے مطالعہ کا آپ کو شوق ہو تو...... کے دارالافتاء سے کسی وقت آ کر حاصل کر لیں۔

جہاں تک استماعِ حکمی کی تاویل کے ذریعے حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب کے ایک سوال کا جواب دینے کی آپ نے کوشش کی ہے تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس جواب کے چند سطور بعد آپ نے جو عربی عبارات بڑی دیانت داری کے ساتھ نقل فرمائی ہیں ان عبارات نے بھی آپ کے اس جواب کا قلع قمع کر دیا ہے اور آپ کی ساری جگر سوز کاوشوں اور کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ گویا اپنے ہاتھوں تراشیدہ مجسموں کو خود اپنے ہاتھوں آپ نے دفن کر دیا۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ اپنی اختراع اور ایجاد کا خود اپنے ہاتھوں آپ نے گلا گھونٹ کر دوسروں کو الزامِ قتل سے بچا لیا۔ ذرا غور تو فرمایئے کہ ایک طرف تو آپ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استماع پر حکمی صورت میں عمل ممکن ہے اور اسی کے ساتھ معتبر کتبِ فقہ کے مقتدر فقہا اور علماء کے راجح اقوال آپ نقل کرتے

Scanned by CamScanner

ہیں، جس میں کہیں لکھا ہے "ان لم یقدر علی السماع" کہیں درج ہے "فاذا تھیھا لہ العمل باحدھما عمل امتثالا للامر بحیث الامکان" کہیں تو یہ ہے "والاول یخص الجھر والثانی لا" کہیں لکھا ہے "اقامة لفرض الانصات"، یہ اور ان جیسی اکثر کتب معتبرہ ومتداولہ کی عبارات ماسوا چند نامکمل حوالوں کے آپ کے اس جواب کی تفسیر رہی ہیں۔ کیا اتنے بڑے بڑے فقہا اور مجتہدین کی اکثریت کو استماع حکمی کا جواب نہیں سوجھا؟ جو ان کو کبھی یہ کہنا پڑا کہ اگر استماع پر قدرت نہ ہو۔ کبھی انہوں نے کہا کہ حتی الامکان اس حکم پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی' کبھی انہوں نے کہا استماع فرض ہے جھبر میں سر میں نہیں' کبھی کہا کہ صرف انصات فرض ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر چہ......صاحبزادہ...... کے ارشاد پر اس بار یہ چند سطور بطور جواب قلم بند کر کے یہ ناچیز آپ کو ارسال کر رہا ہے، بہر حال آئندہ اس مسئلے کا جواب حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ ہی کو دینے دیجیے اور مسئلہ کو سمجھے بغیر خواہ مخواہ آپ جواب دینے کی زحمت فرما کر تضیع اوقات نہ فرمائیں۔ بھلا جس طالب علم کو عربی اور اردو کی عبارات بھی صحیح طریقے سے نقل کرنی نہ آتی ہوں، جو محترم کو متحرم، تحصیا کو تیھا 'احواز' کو احراز، شمس الائمہ کو شمس للائمہ' البعید کو ابعید لکھے اور جس کو مفتی اور مفتی بہ' درمختار اور ردالمحتار کے درمیان فرق کا پتہ نہ ہو، وہ ایک باریک بحث کو کیا سمجھے گا، پھر جواب تو بہت دور کی بات رہی۔ خیر آپ تو اپنی جگہ مگر افسوس تو اس بات پر ہے کہ جن فاضل اصلاح نگار نے اس تحریر پر جا بجا اپنے قلم سے درستگیاں فرمائی ہیں وہ بھی ان سنگین غلطیوں پر مطلع نہ ہو سکے اور ان کی اصلاح نہ فرما سکے۔

والسلام

(.................)

شعبۂ افتا رکن الاسلام جامع مجددیہ

ہیرآباد، حیدرآباد

حضرت مولانا سید عظمت شاہ نے اس ہذیان نامہ کے جواب میں صاحبزادے کو ایک بار پھر لکھا کہ اصل بحث سے منہ نہ موڑیں اور دلائل سے بات کریں۔ (ملاحظہ ہو)

۷۸۶

۱۳ر جولائی ۱۹۸۹ء

برادرم مولانا محمد زبیر صاحب

سلام ورحمت

آپ نے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب کی تقریر پر جو اعتراض قائم کیا تھا، فقیر نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چند سطور تحریر کی تھیں لیکن آپ نے اس کا جواب دینے یا دلائل کو رَد کرنے کے بجائے فقیر کا جواب ایک ناپختہ کے حوالے کر دیا۔ جس نے بزعم خود فقیر کی علمی بے مائیگی کا ماتم شروع کر دیا۔ حالانکہ جو کچھ ان کی تحریر سے ظاہر ہو رہا ہے وہ خود ان کی معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاحب جوشِ خطابت میں بے قابو ہوئے جا رہے ہیں اور یہ ان کے محرر ہیں۔ ورنہ وہ زبان ایسی استعمال نہ کرتے، جو زبان انہوں نے جواب میں اختیار کی۔ ان کا اس میں کیا قصور، انہیں تو ابھی یہ بھی معلوم نہیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔

کاش کہ (.................) کے لکھے ہوئے جواب کو آپ بھی ملاحظہ فرما لیتے، جو سوائے مہذب گالیوں کے کچھ نہیں تو شاید آپ خود شرمندہ ہو جاتے۔ بہر حال فقیر کے پیش کردہ دلائل و براہین میں سے ایک کا بھی جواب نہیں۔ اگر آپ کے پاس ان دلائل کا جواب ہو تو بیان کریں۔ جس طرح فقیر نے آپ کے ضعیف دلائل کا رَد قوی دلائل سے کیا ہے (مولوی طالب علم)...... نے بڑی چرب زبانی اور اپنی لفاظی سے لفظی بحث میں اُلجھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ دلائل کا جواب نہ دے کر اپنی علمی استعداد کے بھرم کو کھول دیا ہے اور اپنے فنِ زور بیانی کو خود پاش پاش کر دیا ہے۔

Scanned by CamScanner

اگر واقعی آپ نے احادیث صحیحہ اور مفتیٰ بہٖ اقوال سے اپنا قول ثابت کیا ہے تو سامنے لائیں تاکہ ان دلائل کی بھی تحقیق ہو سکے۔ قبل ازیں آپ کے سوال و جواب کو فقیر نے بغور ملاحظہ کیا ہے۔ اس میں نہ تو کوئی دلیل قرآنی ہے اور نہ کوئی حدیث اور تعامل مسلمین کا جواب تو حضرت آپ کو دے ہی چکے ہیں، ذرا سے تدبّر سے کام لیتے تو آپ سمجھ لیتے۔

هاتوا برهانكم ان كنتم صدقين. فقط والسلام

محمد عظمت علی

۱۳ر جولائی ۱۹۸۹ء

صاحبزادے سے اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے خاموشی اختیار کی اور اسی کو عافیت سمجھا۔

حضرت علامہ ازہری کا (دوسرا) تحقیقی جواب

۹۲/۷۸۶

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب.

جی ہاں! قرآن نے دو باتوں کا حکم دیا ہے اور دونوں میں ہر ایک مامور بہ ہے بہ قدر امکان ہر حکم پر عمل لازم ہے اور یہ امر خود جناب کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہے۔

صاحبزادے کی علمی بددیانتی

افسوس ہے کہ جناب نے عنایہ کی عبارت ادھوری نقل کی اور یہ جناب نے اپنی مطلب برآری کے لیے کیا بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے عبارت دیکھ کر ہی پہلی نظر میں سمجھ لیا تھا کہ جناب نے کچھ عبارت لکھی اور کچھ چھوڑی ہے تاہم یہ حرکت علمی دیانت کے خلاف ہے، بڑا افسوس کا مقام ہے کہ جناب نے قولِ مرجوح کو لے لیا جس کے مرجوح ہونے کا صاحبِ عنایہ نے قال بعضهم کہہ کر پتہ دیا اور اس سے پہلے جو لکھا اسے مختار کرخی و

صاحبِ ہدایہ بتایا۔ یہی وہ قول ہے جسے آپ اُڑا گئے اور ایک قول مرجوح (ناپسند اور رد کیا ہوا) نامقبول پر ساری چنائی چن دی۔

پوری عبارت

اب ہم سے سنیے، پوری عبارت یہ ہے:

"واما اذا كان نائيا عنه بحيث لا يسمع الخطبة فقد اختلفوا فى ان قراءة القرآن أولٰى ام الانصات روى عن محمد بن سلمة أنه قال الانصات أولٰى وهو اختيار الكرخى وقد اختاره المصنف لان المامور به عند قراءة القرآن شيئان الاستماع والانصات فاذا تهيأ له العمل باحدهما عمل امتثالا للامر بحسب الامكان وقال بعضهم قراءة القرآن اولٰى وهو اختيار الفضلى لأن الامر بالانصات انما كان لاجل الاستماع للتدبر وحيث فات ذلك يقرء القرآن احدا ثالثوا به اھ"

یعنی رہی وہ صورت جبکہ آدمی منبر سے دور ہو کہ خطبہ نہ سنتا ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ قراءۃ القرآن اولیٰ ہے یا چپ رہنا اولیٰ ہے۔ محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا چپ رہنا لازم ہے اس لیے کہ قراءۃ قرآن کے وقت دو باتوں کا حکم ہے ایک استماع اور دوسری چپ رہنا۔ تو جب آدمی کو ایک پر عمل میسر ہے تو تعمیل حکم کے لیے اس پر عمل کرے۔

اور بعض کا قول ہے کہ تلاوت قرآن اولیٰ ہے اور یہ قول فضلی کا مختار ہے، اس لیے کہ چپ رہنے کا حکم سننے کے لیے ہے اور وہ ممکن نہیں تو ثواب لینے کے لیے تلاوت کرے۔

اقول: عنایہ کی عبارت میں الانصات اولیٰ (انصات (خموشی) اولیٰ ہے افادہ

Scanned by CamScanner

وجوب کے لیے۔ اس لیے کہ اس حکم کی دلیل یہ دی کہ قراءۃ قرآن کے وقت دو باتوں کا حکم ہے اور امر وجوب کے لیے ہے۔ اسی لیے صاحبِ ہدایہ پھر فتح نے اسے احوط (زیادہ احتیاط) فرمایا۔۔

ونصہ "واختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط هو السکوت اقامة لفرض الانصات اھ" (ہدایہ)

یعنی "نائی عن المنبر میں اختلاف ہے اور فرض انصات کو قائم کرنے میں احتیاط یہی ہے کہ خاموش رہے"۔

اور خود عنایہ سے گزرا کہ محمد بن سلمہ کے قول کو کرخی نے اختیار کیا اور وہی صاحبِ ہدایہ کا مختار ہے اور صاحبِ ہدایہ نے اسے احوط (زیادہ احتیاط) فرمایا تو یہ صاحبِ ہدایہ نیز فتح سے اس امر پر گویا تنبیہ ہوگئی کہ کلام محمد بن سلمہ میں جو انصات کو اولیٰ فرمایا ہے اس سے مراد احوط ہے اور احوط پر عمل ضروری ہے، فلیتنبہ فتح القدیر کی عبارت یہ ہے:

"قوله (وكذلك الخطبة) هذا اذا كان يستمع فاما النائی فلا رواية فيه عن المتقدمين واختلف المتأخرون والاحوط السكوت يعنی عدم القراء ة والكتابة و نحوها كالكلام المباح فانه مكروه فی المسجد فی غير حال الخطبة فكيف فی حالها ولانه ان لم يسمع فقد يشوش بهمهمته علی من يضرب منه وهو بحيث يسمع وكذا الامام لا يتكلم فی خلاله لان التكلم فی خلال الذكر المنظوم يذهب بهاؤه الخ".

صاحبِ فتح القدیر کی عبارت سے دوران قرأت وخطبہ ممانعت تلاوت و ذکر وغیرہ کی دو وجوہ اور مستفاد ہوئیں۔ پہلی یہ کہ اگر دورانِ تلاوت چپ نہ رہا بلکہ خود بھی تلاوت میں مشغول ہوا تو اس کی آواز اگرچہ آہستہ ہو، دوسرے کے لیے جو قرآن سن رہا ہے

تشویش کا باعث ہوگی، لہٰذا اس وجہ سے بھی اسے دورانِ قرأت ذکر وغیرہ کی اجازت نہیں۔ پھر اگر وہ قریب ہو تو ایسا کرنا اسے بالاتفاق ممنوع ہے اور اگر قاری یا خطیب سے دور ہو تو ہر مذہب مختار اس صورت میں بھی اسے چپ رہنے کا حکم ہے تاکہ اس کی آواز سے ان کو تشویش نہ ہو جو قرآن و خطبہ سن سکتے ہیں اور کچھ بعید نہیں کہ اس مظنۂ تشویش سامعین (سننے والوں کی پریشانی کے گمان) کے پیش نظر نائی عن المنبر (منبر سے دور شخص) کو بالاتفاق چپ رہنے کا حکم ہو تو اگرچہ بعض فقہاء کے نزدیک نائی عن المنبر کو فی نفسہٖ قرآن پڑھنا جائز ہوگا مگر بالاتفاق دوسروں کی تأذی (تکلیف اور پریشانی) اور تشویش کی صورت میں تلاوت جائز نہ ہوگی اور چپ رہنا ہی لازم ہوگا۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ جب قاری کی قرأت سننے کا شرعاً اہتمام ہے کہ دور بیٹھنے والے کو بھی چپ رہنے کا حکم ہے تاکہ فریضۂ انصات (خاموش رہنے کا فرض) قائم رہے اور اس میں خلل نہ واقع ہو تو قاری کے بالکل قریب اس کی قرأت کے دوران کوئی ذکر اور وہ بھی نہایت بلند آواز سے کیونکر روا ہوگا۔ دوسری وجہ کلام فتح سے یہ مستفاد ہوئی کہ دورانِ قرأت وخطبہ خود قاری و خطیب کو تکلم ممنوع ہے اس لیے کہ یہ کلام مسلسل سامعین کے قلوب میں زینت کو لے جائے گا اور جب اس وجہ سے خود قاری و خطیب کو دورانِ قرأت وخطبہ کسی کلام اجنبی کی اجازت نہیں تو سامعین کو کیونکر اجازت ہو سکتی ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ انصات کا حکم محض استماع کے لیے نہیں بلکہ حرمتِ قرآن کریم کو قائم رکھنے کے لیے بھی ہے۔ اسی لیے دورانِ قرأت قرآن پڑھنے کی بھی اجازت نہیں کہ استماع کا حکم مطلق دیا ہے اور سکتات و وقفات کا استثنا کہیں نہیں فرمایا۔ اسی لیے ہمارے ائمۂ کرام سکتات امام میں سبحنک اللھم پڑھنے کو منع فرماتے ہیں۔ (دیکھیں فتاویٰ رضویہ ص۶۱/ ج۳) اسی لیے مقتدی کو حکم ہے کہ اگر امام سبحنک اللھم پڑھنا بھول جائے تو مقتدی سبحنک پڑھ لے بشرطیکہ امام سرّی نماز میں سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھ رہا ہو۔ افسوس ہے کہ جناب نے فتح القدیر کی عبارت بھی بے سوچے سمجھے لکھ دی اور اس میں اِخفاءِ بعض سے کام لیا۔ فتح القدیر

Scanned by CamScanner

میں "لکن قیل انه السکوت للاستماع لا مطلقاً" حکایت اعتراض ہے اور اسے قیل سے تعبیر کرنا اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے، پھر صاحب فتح نے اسے مقرر نہ رکھا بلکہ کلام ہدایہ ہی کو مقرر رکھا اور اسے مزید توضیح سے بیان فرمایا چنانچہ اس کے متصل فرمایا۔

"حاصل الاستدلال بالآیة ان المطلوب امر ان الاستماع والسکوت فیعمل بکل منهما"

اور اتنا ٹکڑا خود جناب نے بھی نقل کیا پھر اس کے متصل فرمایا:

"والأول یخص الجهریة والثانی لا فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند القراءة مطلقا"

یہ صاف صریح دلیل اس امر کی ہے کہ صاحب فتح القدیر کے نزدیک کلام ہدایہ میں مختار معتمد ہے کہ انہوں نے اس کے لیے آیۂ کریمہ کے اطلاق سے استدلال فرمایا اور یہ افادہ فرمایا کہ حکم انصات مطلق ہے، کچھ جہری نمازوں کے ساتھ خاص نہیں اور یہ رسم المفتی میں مقرر ہو چکا ہے "التعلیل دلیل التعدیل"، یعنی کسی مسئلے پر دلیل قائم کرنا اسے اختیار کرنے کی دلیل ہے اور پھر اس عبارت سے استناد آپ کو محض مضر ہے (دلیل لینا آپ کو نقصان دہ ہے) اور اس میں بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے لیے حجت ہے کہ جب سرّی نماز میں مقتدی کو انصات کا حکم ہے تو قرأتِ جہری میں بدرجہ اولیٰ سامع کو انصات و سکوت لازم ہے اس لیے صاحب فتح نے آگے چل کر صاف تصریح فرمائی ہے۔

"هذا وفی کلام اصحابنا ما یدل علی وجوب الاستماع فی الجهر بالقراءة مطلقاً"

اپنی طرف سے مسئلہ گھڑ لینا

یہ اور اس سے پہلے جو گزرا وہ عبارتیں ہیں جنہیں آپ نے چھپایا۔ انہیں دیکھ کر فرمائیے کیا سکتات قاری میں رخصت نکالنا اپنی طرف سے حکم گھڑنا ہے اور اس پر تعامل کا دعویٰ محض خلاف واقع ہے اور بالفرض ہو بھی تو ہرگز ایسا تعامل حجت نہیں کہ اجماعِ فقہا کے

خلاف ہے۔ کیا نہ دیکھا کہ شافعیہ جو قرأت فاتحہ کی اجازت نہیں دیتے بلکہ امام کو حکم دیتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اتنا وقفہ کریں کہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لیں۔

کما صرح به فی العنایة تو شافعیہ اور ائمۂ حنفیہ کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ دوران قرأت تلاوت جائز نہیں تو قرأت کے درمیان کے وہ وقفات قلیلہ قاطع قرأت نہیں۔ لہٰذا سب کے نزدیک قرأت جاری ہے اور ظاہر ہے کہ ائمہ فقہاء کا اس اتفاق و اطلاق میں مستند وہی آیت کریمہ "اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا" الآیۃ ہے۔

اور اس کا مفہوم ان تمام فقہا کے نزدیک وہی ہے جو فتح القدیر میں ارشاد ہوا کہ انصات کا حکم مطلق ہے تو انصات مطلقاً واجب ہے لہٰذا وقفات خلال قرأت قاطع قرأت نہیں اور ان وقفات میں تکلم کی رخصت نہیں تو ان میں تکلم نصِ قرآن کے خلاف ہے۔ اب اگر اس پر بالفرض تعامل ہو بھی جائے تو ہرگز مباح نہ ہوگا کہ تعامل نص کے خلاف محض نامعتبر اور جب فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ سے انصات مطلق کا حکم مفہوم ہے تو آیت کا یہ مفہوم ہی نہیں کہ وقفات میں تکلم کی رخصت ہے۔ اس لیے کہ اب قرأت نہیں ہو رہی ہے، لہٰذا چپ رہنا فرض نہیں اور جب یہ مفہوم نہیں تو جو وقفات قاری کے درمیان تکلم سے منع کرتا ہے وہ مفہوم کتاب پر زیادتی کا مرتکب نہیں۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ اس کا حکم عین فقہاء کے حکم کے مطابق اور اس کی فہم ائمہ اعلام کی فہم سے موافق ہے وللہ الحمد۔

اقول: وقفات میں تکلم کی رخصت کا وہم اس لئے ناشی ہوتا ہے کہ بعض اذہان میں یہ خیال راسخ ہے کہ قرآن نے تلاوت کو محض سننے کا دیا ہے اور انصات کا حکم اسی سماع کے سبب ہے اور وقفات میں تلاوت نہیں ہوتی، لہٰذا سماع محقق نہیں۔ اس لیے انصات لازم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے استماع کا حکم دیا ہے اور استماع سماع کے مغائر ہے، اس لیے کہ استماع مصدر ہے باب افتعال کا اور اس باب کا خاصہ ہے طلب و سعی ماخذ لہٰذا استماع کا مطلب ہوا سعی سماع اور اس کے پیش نظر استمعوا کا مطلب ہوا۔

اطلبوا سماعه واسعوا السماعه.

Scanned by CamScanner

یعنی قرآن سننے میں سعی کرو اور طلب وسعی سماع نام ہے قصدِ سماع کا اور قصد وارادہ فعل پر مقدم ہوتا ہے تو لامحالہ قرآن نے قریب تلاوت سامعین کو پہلے ہی سے مستعد سماعت رہنے کا حکم دیا اور اس لیے کہ انصات بلکہ ہر مخل استماع سے باز رہنا لازم۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جب قاری تلاوت کے لیے مستعد ہو جب ہی سے سامع پر انصات فرض ہے۔ وللّٰہ الحجۃ السامیۃ وللّٰہ الحمد.

یہاں سے ظاہر ہوا کہ انصات کا حکم قراءۃ حقیقۃً سے مشروط نہیں بلکہ قرأت سے پہلے بھی سماع کے لیے مستعد رہنے کے لیے انصات وسکوت لازم ہے اور نــائــی عن المنبر پر قیاس محض قیاس مع الفارق ہے۔

اور وہ جزئیہ جسے مقیس علیہ بنایا مفتی بہ نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ ہو الہادی وھو تعالیٰ اعلم.

فقیر محمد اختر رضا خاں الازہری قادری غفرلہ

نزیل لاہور یکم ذوالحجہ ۱۴۰۹ء

○ تصدیق:

حضرت مولانا مفتی محمد یامین رضوی بنارس

الجواب ھو الجواب موضح الحق والصّواب

لامجال فیہ لریب المرتاب

وانا العبد الاوّاب الی اللہ التواب

محمد یامین الرضوی المراد آبادی ایدہٗ ذوالایادی

۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

خادم جامعہ حمیدیہ رضویہ، مدنپورہ، بنارس، یوپی

محترم قارئین! چاہیے تو یہ تھا کہ صاحبزادے اس تحقیقی جواب کو سمجھتے اور پھر اپنے اعتراضات کے جوابات پانے کے بعد حق کو حق سمجھ کر اپنے مزعوماتِ باطلہ سے رجوع کرتے اور ''دورانِ قرأت کسی بھی نعرہ'' کے اصرار پر زورِ بیان صرف نہ کرتے۔ مگر اوّلاً تو انہوں نے مولانا عظمت علی شاہ صاحب نوری کے تحقیقی جواب میں اُٹھائے گئے ایک بھی سوال کا جواب نہ دیا اور روگردانی کی کہ ان کے پاس جواب تھا ہی کیا جو لکھتے...... پھر ثانیاً صاحبزادے نے اپنے روایتی طاہری منہاجی دجل و مکر سے کام لیتے ہوئے خود ہی ایک سوال فرضی نام سے ترتیب دیا اور سوال میں یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ سوال کب اور کہاں پیدا ہوا' پھر خود ہی جواب دیا اور اپنے جواب میں قطعاً یہ ظاہر نہ کیا کہ مسئلہ حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ بحث کس سے ہوئی بلکہ علمائے اہلِ سنت کو یہ تأثر دیا کہ اس مسئلے پر کچھ لوگوں نے جو اختلاف کیا ہے وہ عقائد اہلسنّت سے متفق نہیں۔ اور اسی تأثر کے ساتھ مختلف علماء سے اپنے جوابِ باطل پر تقاریظ لکھوائیں۔ اس لیے کہ صاحبزادے جانتے تھے کہ اگر پورے مسئلے کو حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری کے قول اور ان کے دلائل کے ساتھ پیش کر کے تقاریظ کے لیے بھیجا تو ایک عالم بھی ہرگز تقریظ نہ لکھے گا۔ پھر لطف یہ کہ بعض علماء نے جو اس بحث سے واقف تھے اپنی تقریظ میں حضرت علامہ ازہری قبلہ کا ذکر کیا بھی تو صاحبزادے نے اس کی کتابت ہی کٹوا دی اور جگہ خالی چھوڑ کر مضمون پورا کر دیا[1]۔ بہر حال حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں نے چوتھی مرتبہ بریلی شریف پہنچ کر یہ جواب بھیجا جو ہدیۂ قارئین ہے۔

۱...... دیکھیں رسالہ حق نبی ص ۴۲، ص ۵۲